جمع القرآن والاحادیث

آل انڈیا اہل حدیث دار الاشاعت لاہور

(ثنائی برقی پریس ہال بازار امرتسر میں باہتمام ابو رضا عطاء اللہ پرنٹر چھپی ۔ پبلشر: عبد القیوم سکرٹری انجمن اہلحدیث ۔ [illegible] روڈ لاہور)

عرضِ حال

چند مخلص احباب نے جماعتی ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے "آل انڈیا اہلِ حدیث دارالاشاعت" کے نام سے لاہور میں ایک نہایت مفید ادارہ قائم کیا ہے۔ ہندوستان بھر کے چیدہ اکابر اہلِ علم اور اہلِ قلم فدایانِ کتاب و سنت کو دارالاشاعت کی مجلس منتظمہ کا رکن منتخب کیا گیا ہے۔

یہ دارالاشاعت نہایت بلند اور پاکیزہ مقاصد لے کر اٹھا ہے۔ قرآن و حدیث کی خدمت اولین فرائض میں داخل ہے۔ ارادہ ہے کہ بتوفیقِ الٰہی مختلف زبانوں بالخصوص اردو اور انگریزی میں قرآن، حدیث اور سیرت پر بہترین لٹریچر شائع کیا جائے۔

"جمع القرآن والاحادیث" از الحاج مولٰنا ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی اس مفید اور تبلیغی سلسلے کی پہلی کڑی ہے حضرت مولٰنا سیف بنارسی نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے کتاب کو تیار کیا ہے اور نہایت فراخ حوصلگی اور بلند نگاہی سے اس کی اشاعت کے حقوق دارالاشاعت کو دیئے ہیں جس کے لئے دارالاشاعت حضرت مولٰنا موصوف کا صمیم قلب سے شکر گزار ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولٰنا نے اپنی یہ کتاب دارالاشاعت کے سپرد کر کے جس قربانی ایثار اور جماعتی پسندگی کا ثبوت دیا ہے، الفاظ اس کے اظہار امتنان سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے۔ اور ہم توقع رکھتے ہیں کہ مولٰنا محترم دارالاشاعت کو آئندہ بھی مرہونِ منت فرماتے رہا کریں گے۔

نیز ان تمام احباب اور بزرگوں کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنہوں نے "جمع القرآن والاحادیث" کی طباعت کے لئے دارالاشاعت کی مالی اعانت فرمائی۔ اللہ تعالٰی انہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور توفیق دے کہ وہ دارالاشاعت کے کاموں میں زیادہ دلچسپی سے حصہ لیں۔ یہاں اس امر کا اظہار کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا کہ یہ دارالاشاعت خالص جماعتی ادارہ ہے کسی کی شخصی ملکیت نہیں۔ اس کا کام اور خدمت تمام جماعت اہلحدیث کا کام اور خدمت ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے احباب دارالاشاعت کو اپنے مفید مشوروں سے مطلع فرماتے رہا کریں اور اس کی مطبوعات کی اشاعت میں حصہ لیں۔ چندہ رکنیت صرف ایک روپیہ ہے۔ خود رکن بنیں اور دوست احباب کو رکن بننے کی ترغیب دلائیں۔ اس سے دو فائدے ہوں گے ایک تو آپ اشاعت و تبلیغ میں شریک ہو سکیں گے دوسرے جماعتی زندگی کی نعمت سے لطف اندوز۔

جماعت کے اہل قلم حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنی کتابوں کی اشاعت کیلئے دارالاشاعت کو پسند فرمائیں تاکہ جو کتاب شائع ہو جماعتی مہر سے شائع ہو۔

یکم نومبر ۱۹۳۶ء

سکرٹری آل انڈیا اہلِ حدیث دارالاشاعت لاہور

فہرستِ مضامین

ج

قال اللہ

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ

(اللہ نے فرمایا کہ اس قرآن کی ترتیب دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پ ۲۹)

للہ الحمد والمنۃ کہ رسالہ نافعہ

موسومہ بہ

ذخائر المواریث

فی الدلالۃ علی ثبوت

جمع القرآن والاحادیث

از تازہ افادات

مولنا الحاج مولوی ابوالقاسم محمد خان صاحب سیف محمدی بنارسی

ناشر

آل انڈیا اہل حدیث دارالاشاعت لاہور

بار اول　　اشاعت نمبر (۱)　　قیمت ۱۶/

سکرٹری آل انڈیا اہلِ حدیث دارالاشاعت لاہور

نے

ثنائی برقی پریس، ہال بازار، امرتسر میں باہتمام ابو رضا عطاء اللہ

پرنٹر طبع کرائی

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للہ الذی اورثنا علم النبی الامی وھدانا لنا احسن الحدیث ۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد الذی اوتی جوامع الکلم وخیر الاحادیث ۔ وعلی اٰلہ واصحابہ الذین ورثوا العلم وصاروا بہ ملاویث ۔ وعلی اتباعھم الذین اشاعوا سنن نبیھم وقمعوا اھل البدع کالبراغیث ۔ **اَمَّا بَعْدُ** پہلی اُمتیں جو آسمانی کتابوں کی وارث بنی تھیں، وہی اُن کتابوں کی محافظ بھی مقرر کی گئی تھیں، جیسا کہ قرآن کی سورۂ مائدہ میں بیان ہوا ہے اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ (وہی لوگ کتاب اللہ کے محافظ بنائے گئے اور وہی لوگ اس کے کتاب خدا ہونے پر شاہد تھے) لیکن اُن لوگوں نے نفسانی خواہشوں اور دُنیا کی لالچوں میں پھنس کر ان کتابوں کو پس پشت ڈال دیا تھا جیسا کہ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۸۷) میں فرمایا فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا (انہوں نے کتاب اللہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا اور اُس کے عوض دُنیا کی متاع قلیل لے بیٹھے) یہی نہیں بلکہ اس کتاب میں من مانی تحریف بھی کرنی شروع کر دی تھی جیسا کہ سورۂ مائدہ (آیت نمبر ۱۳) میں ارشاد ہوا ہے يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ (کلمات کو اس کی جگہ سے بدلتے اور جن اُمور کی نصیحت کیے گئے تھے اُس کا بڑا حصہ بُھلا بیٹھے تھے) اس لئے اللہ تعالیٰ نے آخر میں ایسی ایک کتاب نازل فرمائی جس کی حفاظت کا بار بجائے اس کے کہ کسی انسان کے کاندھوں پر ڈالا جاتا خود اپنے ذمہ لے لیا اور سورۂ حجر (آیت ۹) میں فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (بیشک ہم ہی نے اس

نصیحت نامہ کو بھیجا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں) پس جب قرآن مجید کا محافظ وہ خود ہُوا تو اُسی کو اس کا جامع بھی ہونا چاہیئے تھا، چنانچہ اُس نے اس کا بھی ذمہ لیا اور سورۂ قیامۃ (آیت ۱۷) میں اعلان فرمادیا اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَهٗ وَ قُرۡاٰنَهٗ (بے شک ہمارے ہی ذمہ ہے اس کا جمع کرنا اور ترتیب دینا) سبحان اللہ جل جلالہٗ ۔

مسلمان مصنفین اور واعظین نے چونکہ ان امور پر غور نہیں فرمایا اس لئے اُن کے قلم اور زبان سے بکثرت یہ جملہ شائع ہو کر مشہور ہو گیا کہ "قرآن مجید کے جمع کرنے والے حضرت عثمان رضؓ ہیں"۔ (حالانکہ وہ محض ناقل اور ملکوں میں اس کو پھیلانے والے تھے) اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ مخالفین اسلام کو ایک سند ہاتھ آئی اور اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی، عیسائی حضرات نے اس میں سب سے سبقت کی اُنہوں نے دیکھا کہ خود تو ہم اصلی صحیفہ تاریکھو چکے ہیں، لاؤ مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن کو بھی ہم غیر اصلی کہنا شروع کر دیں، چنانچہ اُن کے پادریوں اور مصنفوں نے شور مچانا شروع کیا کہ قرآن مجید ناقص ہے، یہ انسانوں کا جمع کیا ہوا ہے لہٰذا یہ بھی غیر معتبر ہے۔ اور ثبوت میں حضرت عثمان رضؓ کے جامع قرآن ہونے کا حوالہ پیش کیا۔ چنانچہ زمانۂ حال کا مشہور عیسائی مصنف' پادری اکبر مسیح اپنی کتاب تاویل القرآن کے تیسرے باب صفحہ ۲۰ میں تاریخ قرآن پر ریویو کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

"موجودہ قرآن خلیفہ ثالث حضرت عثمان (رضؓ) کا مرتب کیا ہُوا ہے جو کہ اُس قرآن کا کچھ تھوڑا سا حصّہ ہے جو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر اُترا تھا۔ قرآن مجید کا ایک بڑا حصّہ ساقط ہو گیا اور جو بچ گیا وہ بدنظمی سے مرتب ہُوا ــــــــ"

اسلام کی نئی مدِمقابل سوسائٹی جو آریہ سماج کے نام سے مشہور ہوئی اس نے بھی عیسائیوں کی پوری کاسہ لیسی کی۔ چنانچہ آگرہ کے اخبار "آریہ مسافر" میں پنڈت بھوجدت آنجہانی اڈیٹر نے ایک طویل مضمون لکھا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

"قرآن الہامی کتاب نہیں ہے بلکہ وہ انسانی دماغ کا نتیجہ ہے اور صحابہ کی ترتیب کی ہوئی کتاب ہے"

اس لئے میں نے مارچ ۱۹۲۲ء میں ایک مضمون جمع قرآن سے متعلق لکھ کر اخبار "اہلحدیث" امرتسر جلد ۱۹ کے نمبر ۱۸-۱۹-۲۰ میں شائع کرایا اور آخر میں وعدہ کیا کہ اسی چیز کو تفصیل سے رسالہ کی صورت میں شائع کروں گا۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اپنے وعدہ کو پورا کرنے کی توفیق بخشی اور مجھے احباب میں سرخرو کیا۔ میں نے اس کتاب کو دو بابوں میں منقسم کیا ہے۔ باب اول جو تین فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اس میں بدلائل واضح ثابت کر دیا گیا ہے کہ موجودہ قرآن مجید اسی ترتیب کے ساتھ عہد نبوی میں جمع کیا جا چکا تھا۔ دوسرے باب میں اس امر کا ثبوت ہے کہ احادیث نبویہ آخری زمانۂ رسالت اور عہد صحابہ میں کتابی صورت میں جمع کی جا چکی تھیں نہ کہ دوسری صدی ہجری میں مدون ہوئیں جیسا کہ مشہور ہے۔ والآن اشرع فی المقصود۔ متوکلا علی واہب الخیر والجود۔

راقم اثم

محمد ابوالقاسم

ماہ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ
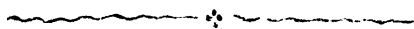
جو قرآن مجید اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ بعینہٖ وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریلؑ کی معرفت اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا، اور اسی ترتیب پر جس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عہد سعادت مہد میں لکھوایا، صحابۂ کرام کو یاد کرایا، اور خود پڑھا۔ نہ اس کے کلمات میں کمی بیشی ہوئی نہ اس کی ترتیب میں تبدیلی ہوئی۔ اس دعوے کی دلیلیں ذیل کی فصلوں میں ملاحظہ ہوں:۔

فصل اوّل

جامع قرآن خدائے رحمٰن ہے۔

دلائلِ قرآنیہ

دلیلِ اوّل ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (القیٰمۃ: ١٧) اس آیت میں تاکید جملہ کے لئے اِنَّ اور حصر کے لئے عَلَیْنَا مقدم کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جمع قرآن صرف ہمارا ہی کام ہے اور ہم اسے ضرور ضرور کریں گے۔ جمع کی صورتیں دو اور صرف دو ہی ہیں:۔

(١) جمع صدر یعنی سینوں میں محفوظ ہونا۔

(٢) جمع مکتوبی یعنی تحریر کی صورت میں جمع ہونا۔

اوّلؔ یعنی جمع صدر کی بابت ارشاد ہے بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (عنکبوت: ٤٩) یعنی یہ کتاب روشن آیات کا مجموعہ ہے جو علم والوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ دومؔ یعنی جمع مکتوبی (جو ہمارا مضمون ہے) اس کی بابت آیات ذیل ملاحظہ ہوں:۔

مکّی آیات (۱) سورۂ طور میں ارشاد ہے وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ فِي رَقٍّ مَّنشُورٍ (طور ۲، ۳) یعنی یہ کتاب (قرآن مجید) کو جمع مکتوبی کے لحاظ سے "کتاب" فرمایا، "شاداب اوراق میں لکھی ہے"۔ عرفی زبان میں رق پتلے چمڑے کو کہتے ہیں جس پر اگلے زمانہ میں کتابیں لکھی جاتی تھیں۔ صراح میں ہے رق بالفتح پوست آہو کہ بروے نویسند۔ قاموس میں ہے رق جلد رقیق یکتب علیہ ایک کھال جس پر لکھا جاتا ہے۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو فتح الباری میں ہے انما کان فی الادیم فلا قبل ان یجمع فی عهد ابی بکر ثم ... یعنی عہد ابی بکرؓ کے جمع سے پیشتر قرآن مجید پہلے قطعات ادیم یعنی چمڑہ پر لکھا جاتا تھا۔

(۲) اِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (واقعہ ۷۷-۷۹) یعنی یہ قرآن عزت والا ہے محفوظ کتاب میں لکھا ہوا ہے اس کو پاک لوگ (صحابہ کاتبانِ وحی) لکھنے کے وقت چھوتے ہیں۔ اس آیت میں کاتبین قرآن کی طہارت اور صفائی کا بیان ہوا ہے جس سے حفاظت کے لئے احتیاط کا بیان کرنا مقصود ہے۔ اس کی تفصیل تیسری آیت میں ملاحظہ ہو۔

(۳) فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ (عبس ۱۳-۱۶) یعنی یہ قرآن عزت والے بلند قدر پاکیزہ صحیفوں میں بزرگ و نیک کاتبوں کے ہاتھوں سے لکھا ہے۔ اس آیت میں قرآن کے لکھنے والے صحابہ کی نیکی اور بزرگی نیز ان کا عمل و اعتقاد دونوں میں درست ہونا بیان ہوا ہے جس کی وجہ سے کسی تبدیلی و اشتباہ و خیانت کا احتمال پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔

(۴) بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ (بروج ۲۱-۲۲) یعنی یہ بزرگ قرآن لکھا جاتا ہے تختہ استخوان میں جو حفاظت سے رکھا جاتا ہے۔ لوح کہتے ہیں کاندھے کی چوڑی ہڈی کو۔ صراح میں ہے لوح کتف و ہر چہ پہن باشد از استخوان و چوب و تختہ یعنی لوح کہتے ہیں کتف کو اور ہڈی، لکڑی، تختہ سے جو چوڑے ہوں۔ کتف کی بابت مجمع البحار میں ہے ... فی ... الحیوان کانوا یکتبون

فیہ لقلقۃ القراطیس عندھم یعنی چوڑی ہڈی جس پر لوگ کاغذ کی کمی کی وجہ سے لکھا کرتے تھے (کاغذ کا رواج حجاز میں خلیفہ اول کے وقت سے ہوا ہے اور سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رض نے پورے قرآن مجید کو کاغذوں پر لکھوایا ہے، جیسا کہ مؤطا میں ہے جمع ابوبکر القرآن فی قراطیس (دیکھو فتح الباری ص۲۲۳ پ) لوح وکتف کے بارے میں صحیح بخاری میں آیا ہے کہ جب آیت لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ الآیہ نازل ہوئی تو آنحضرت (ص) نے فرمایا ادع لی زیدًا ولیجیئ باللوح والدواۃ والکتف (باب کاتب النبی پ) یعنی زید کو بلاؤ (اور کہہ دو کہ قلم) اور دوات اور شانہ کی ہڈی لے کر حاضر ہو۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید لوح یعنی چوڑی ہڈیوں پر لکھا جاتا تھا پھر بحفاظت رکھ دیا جاتا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فِی لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۔

یہاں تک مکی آیتوں کا ذکر تھا جن سے مکہ معظمہ میں قرآن مجید کی کتابت بحفاظت کا حال معلوم ہوا اور اس کا اقرار کفارِ مکہ کو بھی تھا کہ محمد (ص) قرآن لکھوایا کرتے ہیں جیسا کہ مکی سورت سورۂ فرقان (آیت ۵) میں اکْتَتَبَهَا صاف موجود ہے مفصل تیسری دلیل میں ملاحظہ ہو۔ علاوہ ازیں مکہ میں حضرت عمر رض کے اسلام لانے کی وجہ تمام کتب تاریخ و سیر وکتب احوالِ صحابہؓ میں مرقوم ہے کہ وہ اپنی بہن اور بہنوئی کے گھر گئے اور اُن کو لکھا ہوا قرآن پڑھتے ہوئے پایا، آخر میں کہنے لگے اعطونی الکتب الذی عندکم اقراءہ الخ (دارقطنی ص۴۵) یعنی یہ لکھا ہوا قرآن جو تمہارے پاس ہے ذرا مجھے دینا، میں بھی اُسے پڑھوں معلوم ہوا کہ مکہ سے ہی صحابہ میں قرآن لکھنے کا رواج ہو گیا تھا۔ یہ واقعہ ایسا مشہور ہے کہ سر ولیم میور (Sir William Muir) انگریز نے بھی اپنی کتاب لائف آف محمد جلد اول ص۵ مطبوعہ لندن ۱۸۶۱ء میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ "جب اُس زمانہ میں قرآن کی نقلیں لکھ لی جاتی تھیں تو پیغمبر اسلام کے فوت پانے کے بعد قرآن کے نسخے بکثرت بڑھ گئے ہوں گے"۔

مدنی آیات۔ اب بعض مدنی آیتیں ملاحظہ ہوں جن میں قرآن کے مکتوب ہونے کا بہت زیادہ

ذکر ہے:-

(۴) رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (بینة: ۲) یعنی اللہ کے رسول نوشتۂ پاک کی تلاوت فرماتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر فتح الباری میں یوں مرقوم ہے قد اعلم اللہ فی القرآن بانہ مجموع فی الصحف فی قولہ یتلوا صحفا مطھرۃ الآیہ و کان القرآن مکتوبا فی الصحف الخ
یعنی اللہ نے آیت مذکورہ میں خبردی ہے کہ قرآن مجید صحیفوں میں مکتوب ومجموع ہے۔

(۵) سارے قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر اس کتاب کا نام الکتاب (یعنی مکتوب) آیا ہے۔ شروع میں ہی ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (بقرہ: ۲) اس کتاب میں شک کا دخل نہیں ہے
پس اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق دونوں طریقوں سے (جمع صدری، جمع کتوبی) کے ذریعہ سے قرآن کو زمانہ نبوت ہی میں جمع کرادیا تھا اور ان دونوں صورتوں کو باہم اس لئے مقرر فرمایا کہ اگر بسا اوقات کتابت میں غلطی ہوجاتی ہے تو اس کی اصلاح ضبط صدر (حافظہ) سے ہوجائے گی۔ اور حافظہ میں نسیان یا سہو واقع ہو تو ضبط کتاب سے غلطی رفع ہوجائے گی۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حفاظت قرآن کے لئے ہر دو امور (ضبط صدر و ضبط مکتوبی) کا بہت خیال رکھتے تھے۔ صحابہ کرام کو یاد بھی کرا دیتے (چنانچہ حدیث بیر معونہ میں جو ستر قراء شہید ہوئے ان قراء کی بابت فتح الباری میں ہے انہ کانوا من اشہر رواۃ حفظ القرآن (پ) یعنی یہ ستر صحابہ قرآن کے مشہور حافظوں میں سے تھے) اسی طرح اُن کو لکھوا بھی دیتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث زید کو لکھنے کے لئے بلانے کی اوپر گزری اور آئندہ بھی مذکور ہوں گی انشاء اللہ۔

دوسری دلیل { سورہ فرقان (آیت ۳۲) میں فرمایا وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً یعنی کافروں نے کہا کہ سارا قرآن محمد (ص) پر ایک ہی بار کیوں نہ اُتارا گیا؟ اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کے تھوڑا تھوڑا اُتارنے کی دو وجہیں بیان

رمائیں کذالک لنثبت بہ فؤادک ورتلناہ ترتیلا (۲۵: ۳۲) اول تثبیت نو (یعنی ضبط صدر) دوم ترتیل یعنی ضبط کتابی۔ ترتیل لغت میں ہم جنس اشیاء کو عمدہ طور پر باترتیب رکھنے کو کہتے ہیں قاموس میں ہے الترتیل حسن تناسق الشیئ۔ اساس البلاغت میں ترتیل کے معنے حسن تالیف بھی مذکور ہیں۔ اور حسن تالیف کی ایک صورت یہ ہے کہ جن کلمات سے کلام مرکب ہو، ان کو مضمون نویسی میں مناسب موقع پر رکھا جائے، اور یہی ضبط کتابی ہے۔

ترتیب آیات } آیت مذکورہ سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ ضبط صدر اور جمع کتوبی ہر دو میں آیات کی ترتیب بھی اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمائی ہوئی ہے۔ اس کا بیان اس طور پر ہے کہ آیتوں کا نزول حسب ضرورت ہوا کرتا لیکن جمع کی ترتیب جس کا ذکر اس حدیث میں ہے کان النبی ص مما ینزل علیہ الآیات فیدعوا بعض من یکتب لہ ویقول لہ ضع ھذہ الآیۃ فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا وکذا (رواہ ابو داؤد) یعنی آپ پر جب آیتیں اُترتیں تو کاتب کو بلا کر فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھو۔ یہ ترتیب اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے القاء ہوتی۔ جیسا کہ سورۃ نجم آیت ۳-۴ میں فرمایا وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی یعنی دین سے متعلق جو کچھ آپ فرمائیں وہ سب وحی خدا ہوتا ہے، آپ کی خواہش کو اس میں دخل نہیں ہے۔ چنانچہ ابن عباس رض سے مروی ہے کہ جب آیت واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیہ نازل ہوئی فقال جبرئیل للنبی ص ضعھا علی رأس مائتین وثمانین من سورۃ البقرۃ (رازی ج۱) تو جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اس آیت کو سورہ بقرہ کی ۲۸۰ اسی آیت کے بعد لکھوائیے گا موجودہ قرآن میں اس آیت کا نمبر ۲۸۱ ہے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت نمبروار او ترتیب سے ہے نیز یہ ترتیب توقیفی یعنی من جانب اللہ ہے۔ علاوہ ازیں سنن ابی داؤد میں آیا ہے کان النبی ص لا یعرف فصل السورۃ حتیٰ تنزل بسم اللہ الرحمن الرحیم یعنی جب تک بسم اللہ نہ اُترتی آپ کو سورۃ پوری ہو جانے

کا علم نہیں ہوتا تھا (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۵) اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں:-

(۱) ہر سورۃ کی بسم اللہ منزل من اللہ اور آیت قرآنی نیز اس سورۃ کا جزو ہے۔

(۲) جب کہ بسم اللہ ایک سورۃ کی انتہا اور دوسری سورۃ کی ابتدا کی علامت ہے۔ تو جب تک ہر سورۃ کی آیتیں شروع سے آخر تک کسی خاص ترتیب سے مرتب نہ ہوں کسی خاص سورۃ کے خاتمہ کا علم نہیں ہو سکتا۔

(۳) سورتوں کا فصل وحی ربانی سے ہے اجتہادی نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ ترتیب آیات کا مسئلہ خود قرآن سے ثابت ہے، قرآن خود شہادت دیتا ہے کہ وہ زمانہ نزول میں لکھا جاتا رہا ہے۔ اور روایت بالا سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت (ص) قرآن کو نزول کے اہتمام سے لکھواتے تھے۔ اتقان میں ہے کتابۃ القرآن لیست بمحدثۃ فانہ (ص) کان یامر بکتابتہ (نوع ۱۸) یعنی قرآن کا لکھنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے خود اپنے حکم سے لکھوایا تھا۔

تیسری دلیل کفار (مخالفین اسلام) کو بھی اس بات کا اقرار تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قرآن لکھواتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ان کا مقولہ منقول ہے وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (فرقان ۲۵: ۵) یعنی کافر کہتے ہیں کہ یہ قصے ہیں پہلوں کے جن کو آنحضرت (ص) نے لکھوایا ہے پس یہ لکھ کر سنائے جاتے ہیں آپ کو ہر صبح و شام۔ طبرانی اوسط میں ہے حضرت زید کاتب وحی کہتے ہیں فاذا فرغت قال اقرء فاقرءہ فان کان فیہ سقط اقامہ (مجمع الزوائد صفحہ ج ۱) یعنی میں جب لکھ چکتا تو آپ فرماتے کہ اسے سناؤ میں پڑھتا، اگر اس میں کوئی غلطی ہوتی تو آپ اس کی اصلاح کرا دیتے۔ پس دیکھو قرآن مجید کے لکھے جانے کی بابت کافروں نے جو کہا تھا وہ واقعہ کے کس قدر مطابق تھا۔

چوتھی دلیل } قرآن مجید میں کسی آیت یا سورۃ کا جو حوالہ دیا جاتا ہے وہ بھی موجودہ جمع وترتیب کو من جانب اللہ ثابت کرتا ہے، چنانچہ سورۂ ہُودؑ میں فرمایا فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ (آیت ۱۳)، یعنی لے آؤ دس سورتیں اس کے مثل گھڑ کر۔ یہ حکم سورۂ ہود میں دیا گیا ہے جو گیارھویں سورہ ہے اس سے پیشتر واقعی دس ہی سورتیں ہیں۔ اسی طرح سورۂ نساء میں فرمایا وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ (آیت ۱۲۷) اس آیت میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ علیٰ اختلاف اقوال آیت میراث یا وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ (آیت ۲) یا وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ (آیت ۳) ہے۔ اور یہ سب آیتیں اسی سورۃ کی ہیں اور پہلے واقع ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس سورۂ حج میں فرمایا وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ (آیت ۳۰) اس آیت میں جن حرام جانوروں کی آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ سب اس سورۃ سے پہلے کی سورتوں میں واقع ہیں یعنی سورۂ بقرہ، سورۂ مائدہ، سورۂ انعام اور سورۂ نحل۔ اس کے بعد کسی سورۃ میں تا آخر قرآن نہیں ہیں۔ اسی حسن ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کو "کلام موصول" بھی فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (قصص: ۵۱)۔ فتذکر۔

فصلِ دوم

دلائل از احادیث

دلیل اوّل } جو قرآن مجید ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ بلحاظ کلمات وترتیب وہی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حفظ تھا، صحابہ کو حفظ کرایا تھا اور اپنی زندگی میں لکھوایا تھا نیز بطور ورد و وظیفہ کے اسی کی تلاوت کرتے تھے۔ اس دعوی کی دلیلیں نمبروار ملاحظہ ہوں:-

۱۔ مسند احمد، ابو داؤد و ابن ماجہ کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وفد بنی ثقیف کے پاس شب کو جاکر ان کو قرآن پاک کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ایک شب کو آپ معمول کے خلاف دیر کرکے تشریف لائے تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ وجہ تاخیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا انہ طرء علی حزبی من القرآن فکرھت ان اجیئ حتی اتمہ، قال اوس، سألت اصحابہ کیف تحزبون القرآن قالوا ثلاث وخمس وسبع وتسع واحدی عشرۃ وثلاث عشرۃ وحزب المفصل وحدہ (ابوداؤد باب تحزیب القرآن) یعنی میری کچھ منزل قرآن مجید کی پڑھنے سے رہ گئی تھی تو مجھے پسند نہ آیا کہ اسے ناتمام چھوڑ کر آؤں۔ اوس رض (صحابی راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں نے آنحضور (ص) کے اصحاب سے پوچھا کہ آپ لوگ قرآن کی منزلیں کیسے پڑھا کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہماری منزلیں یہ ہیں تین سورتیں [فاتحہ سے مائدہ تک۔ گو یہ چار سورتیں ہوتی ہیں لیکن اس میں سورہ فاتحہ کا ذکر استغناءً نہیں کیا ہے اس لئے کہ وہ اُمّ القرآن (مستقل قرآن) ہے اور مشہور ہے] پانچ سورتیں (مائدہ سے یونس تک) سات سورتیں (یونس سے بنی اسرائیل تک) نو سورتیں (بنی اسرائیل سے شعراء تک) گیارہ سورتیں (شعراء سے والصافات تک) تیرہ سورتیں (والصافات سے سورہ قاف تک) اور مفصل سورتیں (قاف سے آخر قرآن تک ۶۵ سورتیں جو مفصّل کہلاتی ہیں) سب کی سب ایک دفعہ۔ انتہی۔ (دیکھو کتاب العصر) اس روایت سے قرآن پاک کی سات منزلیں ثابت ہوئیں جو فمی بشوق کے نام سے مشہور ہیں اور موجودہ قرآن میں اُسی طرح ہیں جس طرح صحابۂ کرام عہد نبوی میں قرآن مجید کی منزلیں رکھتے اور پڑھتے تھے۔ کیونکہ راوی حدیث اوسؓ بن حذیفہ خود صحابی ہیں اور ثقیف کے اس وفد کے ایک فرد ہیں جو طائف سے مدینہ رمضان سنہ ۹ھ میں غزوہ تبوک کے بعد آیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ شب کے وقت ان کو قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ چند دنوں کے بعد یہ لوگ واپس چلے گئے پھر عہد نبوی میں دوبارہ مدینہ نہ آسکے۔ لہذا اوس رض نے اسی زمانہ میں اُن صحابیوں سے منازلِ قرآنیہ پوچھ لیا تھا۔

جن کو صحبت پیغمبر علیہ السلام میں کئی سال گزر چکے تھے۔ نیز اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم خود بھی التزاماً قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے، اور اسی کے آپ مامور بھی تھے۔
قال اللہ:۔ اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ (پ۲۱) اور چونکہ آپ پڑھے لکھے نہ تھے۔ اس لئے جب
تک کسی خاص ترتیب سے حفظ نہ کریں تلاوت مشکل ہے۔ اسی واسطے مولینا بحر العلوم شرح مسلّم میں لکھتے
ہیں ظهر من هذا ان الترتيب الذي يقرء عليه الآن ثابت عن النبي (ص) (مطبوعہ مصر ص ۲ج ۲)
یعنی جس ترتیب سے آج قرآن مجید پڑھا جاتا ہے وہ وہی ہے جس ترتیب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم تلاوت کیا کرتے تھے۔

۲۔ قرآن مجید کا ایک خاص ترتیب میں ہونا صحیح بخاری کی اس روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے یعرض
القرآن على النبي (ص) كل عام مرة فعرض عليه مرتين في العام الذي قبض (پ۲۱) یعنی ہر
سال آپ پر ایک بار قرآن سنایا جاتا اور وفات کے سال دو بار سنایا گیا۔ ظاہر ہے کہ دور میں جب
تک کوئی خاص ترتیب ملحوظ نہ ہو کسی کتاب کے (جس کے اجزا متعدد اور مضامین مختلف ہوں) کامل
ختم کرنے میں سخت دشواری ہوتی ہے۔ پس یہ ترتیب وہی ہے جو ابو داؤد کی روایت بالا میں بیان
ہوئی اور وہی اس وقت کی بھی موجودہ ترتیب ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں بطریق عبیدہ سلمانی مروی
ہے ان الذي جمع عليه عثمان الناس يوافق العرضة الاخيرة (فتح الباری ص ۳۱ پ ۲۱) یعنی
حضرت عثمان رض نے جس ایک قراءۃ پر تمام لوگوں کو اکٹھا کیا وہ قراءۃ اس قرآن کے موافق ہے جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری بار پیش کیا گیا تھا۔ حافظ ابن کثیر نے بھی کتاب فضائل قرآن
میں اسی طرح لکھا ہے (ص ۱۲ مطبوعہ مصر) وجہ اس کی یہ ہے کہ زید بن ثابت (جنہوں نے عہد نبوی
میں از خود قرآن کو جمع کیا تھا کما سبق، اور عہد صدیقی میں بفرمائش حضرت عمر رض صحیفہ میں نقل
کیا تھا، پھر عہد عثمانی میں بھی انہیں زید نے اس صحیفہ کی متعدد نقلیں کی تھیں) وہ خود اس عرضہ اخیرہ

کے وقت حاضر تھے جیسا کہ قسطلانی شرح بخاری میں ہے کان زید شهد العرضة الاخيرة وكان يقرئ الناس بها حتى مات ولذالك اعتمده الصديق في جمعه وولاه عثمان كتابة المصاحف رضي الله عنهم) یعنی زید بن ثابت پچھلے دور (مابین جبریل امین و نبی کریم) میں حاضر اور شریک تھے اور اپنی موت تک اسی کے مطابق لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے، اسی لیے حضرت صدیق اکبر رض نے انہیں کو جمع قرآن کی خدمت سپرد کی تھی، اور حضرت عثمان رض نے بھی انھی سے قرآن کی کئی نقلیں کرائی تھیں۔ لطف یہ ہے کہ حضرت زید رض نے نہ صرف عرضہ اخیرہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل کے دور کو ہی سنا بلکہ اپنا لکھا اور جمع کردہ قرآن بھی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا اور اس کا مقابلہ بھی کرتے گئے تھے، جیسا کہ کتاب المعارف لابن قتیبہ میں ہے: کان زید آخر عرض على النبي (ص) القرآن على العرضة وهو اقرب المصاحف من مصحفنا وكتب زيد لعمر المصحف ... (یعنی زید نے عرضہ اخیرہ میں اپنا لکھا ہوا قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا اور سنایا، وہ قرآن ہمارے موجودہ قرآن جیسا تھا۔ اور انہی زید بن ثابت رض نے حضرت عمر رض کے کہنے سے عہد صدیق میں خلیفہ کے لئے قرآن لکھا تھا۔ یا حضرت عمر رض کے لئے خاص ایک نسخہ لکھا تھا (فتح الباری ص۲۳ پ۲۰)۔

۲۲۔ مسند احمد اور سنن نسائی میں عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے قال جمعت القرآن فقرأت به كل ليلة فبلغ النبي (ص) فقال اقرأه في شهر (مسند احمد ص۱۶۳ ج ۲) اسناده صحيح (فتح الباری ص۸۰ پ۲۰) حضرت عبداللہ رض کہتے ہیں کہ میں نے عہد نبوی میں سارا قرآن جمع کیا تھا اور ہر رات کو سب پڑھ ڈالتا تھا، یہ خبر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ایک ماہ میں ختم کرنے کا حکم دیا قال انی اجد قوة قال اقرء في عشرين قال انی اجد قوة قال اقرء في خمس عشر قال انی اجد قوة قال اقرء في عشر قال انی اجد قوة قال اقرء في سبع ولا تزيدن على

ذٰلِكَ (ابو داؤد صہ ۱۹۶ و مسند احمد حوالہ مذکورہ) عبداللہ نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ قوت ہے فرمایا تو بیس دن میں ختم کرو۔ عبداللہ نے کہا کہ مجھے اس سے زیادہ طاقت ہے فرمایا اچھا پندرہ دنوں میں۔ کہا مجھے اس سے زیادہ استطاعت ہے ارشاد ہوا کہ خیر دس دن میں سہی۔ عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ سکت رکھتا ہوں حکم ہوا کہ بس سات شب میں ختم کرو اس سے زیادہ کم زمانہ میں ختم نہ کرنا۔ اس روایت سے بھی قرآن مجید کی ایک خاص ترتیب ثابت ہوئی۔ ماہانہ ختم کے لحاظ سے قرآن پاک کی تقسیم تیس ۳۰ پاروں میں ہوتی ہے اور ہفتہ وار ختم سے سات منزلیں (جن کا ذکر اوپر آچکا ہے) وہ بھی خاص زبان وحی ترجمان سے۔ اور حقیقت میں یہ سب اللہ پاک کی طرف سے ہے جس نے کہ خود ہی فرمایا ہے وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا۔ کما مرّ۔

دوسری دلیل ذرا اُن حدیثوں پر نگاہ ڈالئے جن میں صحابہ کو قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے کی ہدایتیں فرمائی گئی ہیں، اور اُن پر ثواب کے وعدے کئے گئے ہیں جو کتب حدیث میں بکثرت روایت کی گئی ہیں، اُن میں سے چند ہم نقل کرتے ہیں:

۱۔ عن ابی سعید قال قال النبی (ص) اعطوا اعینکم حظها من العبادة، النظر فی المصحف والتفکر، رواه البیهقی فی شعب الایمان (جامع صغیر للسیوطی مطبوعہ مصر صہ ۳۹ ج ۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آنکھوں کی عبادت کا حصہ آنکھوں کو دو، اور وہ قرآن کو دیکھ کے پڑھنا اور اس میں غور وفکر کرنا ہے۔

۲۔ عن ابن مسعود قال قال النبی (ص) من سرّه ان یحب الله ورسوله فلیقرء فی المصحف (جامع صغیر صہ ۱۵۷ ج ۲ و منتخب کنز العمال صہ ۳۸۶ ج ۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھنی چاہتا ہے وہ قرآن دیکھ کر پڑھا کرے۔

۳۔ عن اوس الثقفی قال قال النبیّ (ص) قراءة الرجل القرآن فی غیر المصحف الف درجة

وقراءته فی المصحف تضعف علی ذالك الی الفیٰ درجة رواه البیهقی فی شعب الایمان (مشکوٰة ص۱۸۰ جامع صغیر ص۲ ج ۲ منتخب کنز العمال ص۳۵۷ و ص۳۶۲ ج ۱) حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے (جو وفد ثقیف میں آئے تھے، جنہوں نے صحابہ سے قرآن کی سات منزلیں دریافت کی تھیں، جن کا بیان اوپر گزر چکا ہے) انہوں نے اپنی اسی آمد میں یہ بھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ بغیر قرآن کے (یعنی زبانی) اس کی تلاوت کا ثواب ایک ہزار نیکی ہے۔ اور قرآن کھول کر دیکھ کر پڑھنے کا ثواب دو ہزار ہوتا ہے۔

(۴) عن عمرو بن اوس قال قال النبی (ص) قراءتک نظرا تضاعف علی قراءتك ظاهرا کفضل المکتوبة علی النافلة رجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۷ ص۱۶۵ وفضائل قرآن لابن کثیر ص۱۴۷) اوس کے بیٹے عمرو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح فرض نماز کو نفل نماز پر فضیلت ہے اسی طرح قرآن دیکھ کر پڑھنے کو فضیلت ہے زبانی پڑھنے پر۔

(۵) عن عبادة بن الصامت قال قال النبی (ص) افضل عبادة امتی قراءة القرآن نظراً (جامع صغیر ص۵۲ ج ۱ منتخب کنز ص۳۵۷ ج ۱) آپ نے فرمایا کہ میری امت کی افضل عبادت قرآن دیکھ کر پڑھنا ہے۔

(۶) عن ابن عباس قال قال النبی (ص) من ادام النظر فی المصحف متع ببصره مادام فی الدنیا (منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد ج اول ص۳۶۲) آپ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید کو ہمیشہ دیکھ کر پڑھا کرے گا۔ جب تک وہ دنیا میں زندہ رہے گا اس کی بینائی باقی رہے گی یعنی خراب نہ ہوگی۔

(۷) عن عبداللہ ابن زبیر قال قال (ص) من قرء القرآن ناظراً حتی یختمه غرس اللہ له به شجرة فی الجنة الخ (کتاب مذکور ص۳۶۲ ج ۱) آپ نے فرمایا کہ جو مسلمان قرآن کو شروع سے ختم تک برابر دیکھ کر پڑھے گا اس کے لئے اللہ تعالیٰ بہشت میں درخت لگائے گا۔ سبحان اللہ!

اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی لوگوں سے فرمایا کرتے تھے قال ابن عمر رض اذا رجع احدکم فلیات المصحف فلیفتحه ولیقرء فیه (کتاب مذکور ص۳۶۲ ج ۱ ۔ وفضائل قرآن ابن کثیر ص۱۴۷) یعنی جب

تم گھر میں داخل ہو تو سب سے پہلے قرآن کھول کر پڑھ لیا کرو پھر دوسرے کاموں میں مشغول ہو۔ ابن عمر کا خود اپنا عمل بھی اسی پر تھا جیسا کہ خیثمہ رح کہتے ہیں دخلت علی ابن عمر وھو یقرء المصحف (فضائل قرآن صفحہ ۱۴۱) یعنی میں ابن عمر کے مکان پر گیا تو وہ قرآن کھولے ہوئے تلاوت کر رہے تھے۔ ان کے والد حضرت عمر رض کا بھی یہی حال تھا کما سیجیئ۔

(۸) عن ابی ھریرۃ قال قال النبی (ص) العزباء فی الدنیا اربعۃ..... مصحف فی بیت لا یقرء فیہ الخ (منتخب کنز العمال صفحہ ۳۹۴ ج ۱) آپ نے فرمایا کہ دنیا میں وہ قرآن کس مپرسی کی حالت میں ہے جو کسی گھر میں ہو اور اس میں پڑھا نہ جائے۔

(۹) وعنہ قال قال (ص) ان مما یلحق المومن من عملہ وحسناتہ بعد موتہ علما نشرہ ومصحفا ورثہ الخ رواہ ابن ماجہ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۶ جامع صغیر صفحہ ۵۳ ج ۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو اس کے مرنے کے بعد اس کے اعمال اور نیکیوں سے جن کا ثواب اُسے ملتا ہے علم ہے کہ اس کو پھیلایا اور نسخۂ قرآن ہے کہ اپنے وارث کے لئے چھوڑ گیا۔

مقام غور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو اپنی زندگی میں قرآن مجید کو گھر میں رکھنے، اس کو دیکھ کر پڑھنے اور وارثوں کے لئے اس کو پیچھے چھوڑ جانے کی مؤکد ترغیبیں دلا رہے ہیں۔ پس اگر ہر صحابی کے پاس نہیں تو کم از کم اُن کے ہر گھر میں تو ایک ایک نسخہ پورے قرآن مجید کا لکھا ہوا موجود ہوگا۔ ہاں ہاں یقیناً موجود تھا جیسا کہ صحابہ خود کہتے ہیں بین اظھرنا المصاحف وقد تعلمنا ما فیھا وعلمناھا نساءنا وذراریناوخدمنا (مسند احمد صفحہ ۲۶۶ ج ۵) یعنی ہم صحابہ کے درمیان لکھے ہوئے قرآن موجود تھے جس سے ہم نے سیکھا، اپنے بچوں اور خادموں کو سکھایا۔ چنانچہ اُن کے بچے بھی قرآن میں دیکھ کر پڑھتے تھے جیسا کہ اُسی مسند احمد میں ہے ان رجلا جاء بابن لہ فقال یا رسول اللہ ان ابنی یقرء المصحف بالنھار الخ (فضائل قرآن ابن کثیر مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹۹) یعنی ایک صحابی اپنے بچے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و

سلم کی خدمت میں لے کر آئے اور کہا کہ میرا یہ بچہ دن میں قرآن مجید ناظرہ پڑھا کرتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی ذکرِ خدا ہے۔

صحابہ کرام نے اس کثرت سے قرآن مجید کو لکھا اور لکھوایا اور ناظرہ خوانی شروع کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خطرہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اسی لکھے ہوئے قرآن پر بھروسہ کر بیٹھیں اور اسے حفظ کرنا ترک کر دیں، تو آپ نے اُن کے گھروں میں بکثرت لکھے ہوئے قرآنوں کو دیکھ کر یہ بھی فرمایا (جو آگے آتا ہے)

(۱۰) عن ابی أمامة قال قال النبی (ص) لا تغرنکم هذه المصاحف المعلقة، ان الله لا یعذب قلبا دعی القرآن (منتخب کنز العمال ص۳۶۳ ج ۱) آپ نے فرمایا کہ تم کو یہ لکھے ہوئے قرآن کے نسخے جو تمہارے گھروں میں لٹکے ہوئے ہیں، حفظ کرنے سے غفلت میں نہ ڈال دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو عذاب نہیں کرے گا جس کے دل میں قرآن حفظ ہو۔

اللہ اکبر! معلوم ہوا کہ عہدِ نبوی میں صحابہ نے قرآن کے بے شمار نسخے لکھ ڈالے تھے۔ فتلک عشرۃ کاملة۔

تیسری دلیل جب قرآن مجید کتابی شکل میں بکثرت ہو گیا تو ضرور تھا کہ شارع ؑ کی طرف سے اس کے آداب بھی بتائے جاتے، چنانچہ ارشاد ہوا، عن حکیم بن حزام ان النبی (ص) قال لا تمس القرآن الا طاهراً (دارقطنی ص۴۵) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پاک کو طہارت کی حالت میں چھونا۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم کتابی شکل کے لئے ہے کیونکہ جو چیز ہاتھوں سے چھوئی جا سکے اُسے خارج میں موجود ہونا چاہیئے۔ لطف یہ کہ یہ حکم نہ محض مدینہ طیبہ کے صحابہ ہی کو دیا گیا، بلکہ دیگر ملکوں میں جہاں جہاں مسلمان صحابہ موجود تھے یہی حکم تحریری صورت میں بھیجا گیا۔ چنانچہ یمن والوں کو عمرو بن حزم صحابی کی معرفت جو بہت سے احکام حدیثی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوا کر روانہ فرمائے تھے (جس کا مفصل بیان اس کتاب کے دوسرے باب میں جمع وکتابت احادیث کی بحث میں آئے گا) اس

میں ایک حکم یہ بھی تھا ان لا یمس القرآن الا طاہر (مشکوٰۃ ص۴۲ و بلوغ المرام مطبوعہ مصر ص۳۰) یعنی قرآن کو بجز پاک شخص کے اور کوئی نہ چھوئے۔ معلوم ہوا کہ عہدِ نبوی میں یمن والوں کے پاس بھی لکھا ہوا قرآن بکثرت موجود تھا۔ پھر پایۂ تخت نبوت و دار الحکومتِ اسلام یعنی مدینہ طیبہ کے مسلمانوں کے پاس قرآن مجید کے مکتوبی نسخے کتنی کثیر تعداد میں ہونگے! ع

خدا بس خوب می داند شمارِ نسخۂ قرآں

چوتھی دلیل — دوسرا ادب قرآن پاک کی بابت یہ بتایا گیا عن ابن عمر ان النبی (ص) نہی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو (صحیح بخاری کتاب الجہاد) وفی روایۃ لاحمد نہی ان یسافر بالمصحف الخ (فتح الباری انصاری پارہ ۱۲ ص۱۰۹) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دشمن کے ملک میں قرآن مجید کو ساتھ لے کر کوئی مسلمان نہ جائے۔ صحیح مسلم میں اتنا زیادہ ہے۔ مخافۃ ان ینالہ العدو (ص۱۳۱ ج ۲) یعنی اس خوف سے کہ (بصورتِ شکست) دشمن اسے چھین لینگے۔ اور اس کی توہین کریں گے۔ دشمنوں کے ہاتھ میں جانے والا قرآن، لکھا ہوا ہی ہوسکتا ہے، ورنہ قرآن کے ساتھ سفر کی ممانعت کے کیا معنے؟ جو قرآن سینوں میں محفوظ ہے اس کو اعداء چھین نہیں سکتے۔ اسی لئے امام بخاری نے حدیث مذکور کے بعد لکھا ہے:-

وقد سافر النبی (ص) واصحابہ وھم یعلمون القرآن (پ ۱۲)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام نے اس حال میں سفر کیا ہے کہ وہ قرآن جانتے تھے یعنی اُن سینوں میں حفظ تھا۔

گذشتہ دلائل نمبر ۲، نمبر ۳ و نمبر ۴ سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہوگیا کہ قرآن مجید کے متعدد نسخے صحابۂ کرام کے پاس عہدِ نبوی میں کتابی صورت میں جمع شدہ موجود تھے؛ وہ لوگ ان نسخوں میں تلاوت کرتے اور ختم کرتے تھے، جیسا کہ مجمع البیان میں ہے ان القرآن کان علی عہد النبی (ص) مجموعًا

مؤلفا علی ما ھو علیہ الآن . . . . وان جماعۃ من الصحابۃ ختموا القرآن علیہ عدۃ ختمات...

یدل علی انہ کان مجموعا مرتبا الخ[۱] یعنی قرآن مجید آج جس ترتیب سے موجود ہے، اسی ترتیب سے عہد نبوی میں جمع ہو چکا تھا۔ اور اسی ترتیب سے صحابہ نے آپ پر بہت سے ختم قرآن کے سنائے تھے۔ امام مالک فرماتے ہیں انما الف القرآن علی ما کانوا یسمعونہ من النبی (ص) (کتاب فضائل قرآن ابن کثیر مطبوعہ مصر ص۶) یعنی قرآن کی ترتیب وہی ہے جو صحابہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سُنی ہے حافظ نووی تبیان میں لکھتے ہیں ان القرآن کان مؤلفا فی زمن النبی (ص) علی ما ھو فی المصاحف الیوم (کتاب التبیان فی آداب القرآن) یعنی قرآن آج جس ترتیب سے صحفوں میں موجود ہے یہ عہدِ نبوی کا ہی ترتیب دیا ہوا ہے۔ اور تو اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ان القرآن کان مجموعا مؤلفا علی عھد النبی صلے اللہ علیہ وسلم (رسالہ تواتر قرآن) یعنی یہ قرآن عہدِ نبوی کا ہی جمع کیا ہوا اور ترتیب دیا ہوا ہے۔ پس یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ ؎

نہ تنہا من درین میخانہ مستم جنید و شبلی و عطار شد مست

پانچویں دلیل ترغیب نبوی سے جب کہ صحابہ کرام کے پاس قرآن مجید کی جلدیں بکثرت موجود تھیں تو کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن پاک کی کوئی مکمل جلد موجود نہ ہوگی؛ ضرور موجود تھی۔ چنانچہ امام بخاری نے اس امر کا ایک خاص باب ہی منعقد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو باب لم یترك النبی (ص) الا ما بین الدفتین۔ پھر بالاسناد روایت لائے ہیں قال ابن عباس ومحمد بن الحنفیۃ ماترك النبی صلے اللہ علیہ وسلم الا ما بین الدفتین (بخاری پ۲۱) یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پورا قرآن مجید دو چوبی دفتیوں کے درمیان ہیں (یعنی مجلد و مرتب) چھوڑا تھا۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:۔

کانوا یکتبون المصحف فی الرق ویجعلون لہ دفتین من خشب (ص۵۵۰ پ۲۲)

[۱] تفسیر مجمع البیان للطبرسی طبع ایران جلد اول ص۵

یعنی قرآن مجید چرمی اوراق میں مکتوب تھا دو چوبی دفتیاں اس کے دونوں طرف تھیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے قالت ام یعقوب لقد قرأت مابین لوحی المصحف الخ رص ۲۰۵ ج ۲) یعنی میں نے قرآن مجید پڑھا تھا جو دو تختیوں کے درمیان میں تھا۔ صحیح بخاری کی روایت مذکورہ اس امر میں نص صریح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو مکمل و مرتب و مجلد چھوڑا تھا، اسی کو بوقت انتقال فرمایا تھا ترکت فیکم شیئین لن تضلوا بعدھما کتاب اللہ وسنتی، رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ (جامع صغیر للسیوطی ص ۳ مطبوعہ مصر) یعنی میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں، ان کے رہتے تم گمراہ نہ ہوگے قرآن مجید اور میری حدیث

فصل سوم

آثارِ صحابہ

صحیح بخاری میں ہے عن انس جمع القرآن علی عھد النبی (ص) اربعۃ کلھم من الانصار اُبی ومعاذ وزید بن ثابت وابوزید قلت من ابوزید قال احد عمومتی (پ ۱۵ مناقب زید) قال انس ونحن ورثناہ (پ ۲۰ باب القراء) حضرت انس کہتے ہیں کہ عہد نبوی میں چار انصاریوں نے قرآن جمع کیا تھا حضرت اُبی و معاذ و زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ انس سے پوچھا گیا کہ ابوزید کون ہیں؟ جواب دیا کہ میرے چچا تھے۔ پھر انس نے کہا کہ ابوزید کا جمع کیا ہوا قرآن مجھے ورثہ میں ملا تھا۔ انتہیٰ *

انس کا مقولہ مذکورہ درحقیقت ایک سوال کا جواب ہے جیسا کہ بخاری کی دوسری حدیث میں مذکور ہے قال قتادۃ سألت انسا من جمع القرآن علی عھد النبی (ص) قال اربعۃ الخ (پ ۲۰ باب القراء) اس روایت میں القرآن کا الف لام عہدی حضوری ہے جو ھذا کے معنے میں ہے۔ قتادہ تابعی نے انس صحابی سے دریافت کیا کہ یہ قرآن (جو ہمارے زمانہ میں اس ترتیب سے جمع شدہ موجود ہے اس کو)

عہدِ رسالت میں کن لوگوں نے جمع کیا تھا؛ حضرت انس نے قتادہ کو اسی قرآن زیرِ سوال کی بابت جواب دیا کہ انصار میں سے چار شخصوں نے، اُبی رض و معاذ رض و زید رض و ابو زید رض ✦

حضرت زید کا اپنے لکھے ہوئے قرآن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر عرضۂ اخیرہ میں پیش کرنے کا ذکر کتاب المعارف سے ہم نے صفحہ ۱۵ پر کر دیا ہے ✦

حضرت ابوزید سعد بن عبید بن نعمان انصاری کے حال میں اُسد الغابہ میں ہے ھو اول من جمع القرآن من الانصار، یعنی انصار میں یہ اول جامع قرآن ہیں ✦

حضرت اُبی رض نے قرآن کو سادے طور سے لکھا تھا، اور جب عہدِ عثمانی میں لوگوں نے قرآن مجید کو مُطلّی و مُحلّی (چاندی اور سونے سے مزین) کیا، جیسا کہ منتخب کنز العمال میں ہے جمعوا القرآن علی عھد عثمان وانھم فضضوا المصاحف (صفحہ ۴۲ ج ۱۔ بر حاشیہ احمد) تو حضرت اُبی سخت ناراض ہوئے اور فرمایا قال اُبی بن کعب اذا حلیتم مصاحفکم فعلیکم الدمار (کتاب مذکور ص ۴۲ ج ۱) یعنی تم لوگوں نے اپنے قرآنوں کو مُطلّی و مُحلّی کیا ہے، اب تمہاری ہلاکت کا وقت آگیا ہے۔ نیز حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا (جیئ ابن مسعود بمصحف قد زین بالذھب فقال) انّہ احسن ما زُیّن بہ المصحف تلاوتہ (کتاب مذکور ص ۴۲ ج ۱) جب ابن مسعود کے سامنے ایسا قرآن پیش کیا گیا جو سونے سے مزین تھا تو فرمایا کہ قرآن مجید کی عمدہ زینت اس کی تلاوت کرنی ہے ✦

یہ عبد اللہ بن مسعود بھی قرآن مجید کے لکھنے اور جمع کرنے والوں میں سے ہیں۔ صحیح بخاری باب تالیف القرآن میں تالیف ابن مسعود کا ذکر موجود ہے، نیز آگے ازالۃ الخفاء کے حوالہ سے منقول ہوگا انشاءاللہ ابن مسعود کے شاگردوں کے پاس بھی لکھا ہوا قرآن موجود تھا۔ صحیح مسلم میں ہے عن ابی الاحوص قال کنا فی دار ابی موسیٰ مع نفر من اصحاب ابن مسعود وھم ینظرون فی مصحف الخ (ص ۲۹۳ ج ۱) ابوالاحوص کہتے ہیں کہ ہم لوگ ابوموسیٰ اشعری کے گھر میں ابن مسعود کے شاگردوں کے پاس تھے اور وہ لوگ لکھے

ہوئے قرآن میں دیکھ رہے تھے۔ حافظ ابن کثیر فضائل قرآن میں لکھتے ہیں عن ابن مسعود انہ کان اذا اجتمع الیہ اخوانہ نشر وا المصحف وقال ابن مسعود ادیموا النظر فی المصحف (ص۱۲ اجمع مصر) یعنی ابن مسعود کے پاس جب لوگ جمع ہوتے تو قرآن کھول کر بیٹھ جاتے۔ حضرت ابن مسعود اُن کو تاکیداً فرماتے کہ ہمیشہ قرآن میں دیکھ کر پڑھا کرو۔ غالباً ابن مسعود کو وہ مرفوع حدیث پہنچ گئی تھی جو فصل دوم کی دوسری دلیل کے نمبر۶ میں بیان ہوئی ہے اور حدیث نمبر۲ کے تو راوی وہی ہیں۔ ابن مسعود سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے یکتب المصاحف مضریی (منتخب کنز ص۴۲ ج۱) یعنی قرآن مجید کے لکھنے والے قبیلہ مضر سے ہوں یعنی قریشی ہوں۔

غرض عہدِ نبوی میں قرآن مجید کو کتابی شکل میں لکھنے والوں میں پانچ شخصوں کا بیان ہوچکا اُبی رضہ معاذ رضہ، زید رضہ، ابوزید، ابن مسعود۔ چھٹے عبداللہ بن عمرو بن عاص ہیں۔ ان کا عہدِ نبوی میں قرآن لکھنا اور جمع کرنا مسند احمد وسنن نسائی کی روایتوں کے حوالہ سے فصل دوم کی پہلی دلیل کے تیسرے پیراگراف میں بیان ہوچکا ہے۔

ساتویں حضرت عثمان رضہ ہیں، آٹھویں حضرت علی رضہ ہیں اور نویں حضرت سالم رضہ ہیں ان لوگوں نے بھی عہدِ نبوی میں مثل دیگر صحابہ کے قرآن مجید لکھا اور جمع کیا تھا جیسا کہ ازالۃ الخفاء میں ہے۔ اخرج ابوعمرو عن محمد بن کعب القرظی قال کان ممن جمع القرآن علی عہد النبی (ص) وھو حی عثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب وعبداللہ بن مسعود من المہاجرین وسالم مولی ابی حذیفۃ (ص۲۷۳ ج۲) یعنی عہد نبوی میں مہاجرین صحابہ میں سے قرآن جمع کرنے والے حضرت عثمان رضہ، حضرت علی رضہ، ابن مسعود رضہ اور سالم رضہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ کا قرآن جمع کرنا ابھی اوپر صحیح بخاری کے حوالہ سے بیان ہوچکا ہے۔ حضرت عثمان رضہ کا عہد نبوی میں قرآن کا جمع کرنا طبقات ابن سعد میں بھی مذکور ہے، نیز مفتاح السعادۃ

میں ہے عثمان بن عفان احد من جمع القرآن علیٰ عہد النبی (ص) (ص۳۹۰ ج ۱) یعنی عثمان رض نے عہد نبوی میں قرآن جمع کیا تھا۔ اسی طرح صواعق محرقہ مصری ص۶۹ اور تاریخ الخلفاء مصری ص۱۰۳ میں بھی مرقوم ہے۔ بلکہ حضرت عثمان نے اپنے پڑھنے کے لئے قرآن کو خود اپنے ہاتھ سے لکھا تھا، چنانچہ باغیوں نے آپ کی شہادت کے وقت جب آپ کے ہاتھ پر تلوار ماری ہے تو آپ نے اپنا وہ ہاتھ اٹھا کر فرمایا واللہ انہا لاول ید خطت المصحف (فضائل قرآن ابن کثیر ص۲۹) یعنی یہ وہ ہاتھ ہے جس نے پہلے قرآن کو لکھا تھا۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت عثمان رض اپنے سامنے جس قرآن کو رکھ کر تلاوت فرما رہے تھے وہ الذی کتبہ بیدہ وہ تھا جو انہیں کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا (فضائل ص۵) اس قرآن کی زیارت ابن کثیر نے (جو آٹھویں صدی ہجری میں گزرے ہیں) اپنی زندگی میں شہر دمشق کی جامع مسجد میں کی تھی (فضائل قرآن مصری ص۴۹)۔

حضرت علی مرتضیٰ کا قرآن جمع کرنا علاوہ ازالۃ الخفاء کے فتح الباری میں بھی منقول ہے حتیٰ اجمع القرآن فجمعہ (ص۱۱ پ) بلکہ صحیح بخاری میں حضرت علی رض سے مروی ہے قال علی ما کتبنا عن النبی (ص) الا القرآن الخ (بخاری احمدی ص۴۵۱ ج ۱) یعنی قرآن کو ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھا ہے۔ صواعق محرقہ میں بھی حضرت علی رض کی بابت مرقوم ہے احد من جمع القرآن وعرض علے النبی (ص) (مصری ص۷۲) یعنی حضرت علی رض نے قرآن جمع کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا۔ اسی طرح سیوطی نے بھی تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے دیکھو ص۱۲۴ مطبوعہ مصر۔ حضرت علی رض سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ چھوٹی تقطیع میں قرآن کا لکھنا ناپسند فرماتے تھے چنانچہ منتخب کنز العمال میں ہے عن علی انہ کان یکرہ ان یکتب المصحف فی الشیئ الصغیر (ص۳۴ ج ۱) یعنی حضرت علی برا جانتے تھے اس امر کو کہ قرآن کسی چھوٹی سی چیز پر لکھا جائے اور یہ غالباً اس لئے کہ قرآن مجید ایک چھوٹی سی کتاب معلوم نہ ہو۔ اس قسم کی کراہت حضرت عمر رض سے بھی کنز العمال میں منقول ہے۔

قرآن مجید کو بعہد نبوی کتابی شکل میں جمع کرنے والوں میں سے نو صحابیوں کا ذکر ہو چکا۔ دسویں حضرت ابو ایوب رض انصاری، گیارھویں حضرت عبادہ بن صامت اور بارھویں حضرت ابو درداء رض ہیں۔

روی ابن ابی داؤد من طریق محمد بن کعب القرظی قال جمع القرآن علی عهد النبی (ص) خمسة رو فی طریق الشعبی ستة۔ واسناده صحیح) من الانصار ابو ایوب الانصاری وابو الدرداء وعبادة بن الصامت ومعاذ بن جبل وابی بن کعب، واسناده حسن (فتح الباری انصاری ص ۲۲ پ ۲۰ وتاریخ صغیر للبخاری ص ۲۲ و۲۳ وطبقات ابن سعد وغیرہ) یعنی عہد نبوی میں قرآن جمع کرنے والے انصاریوں میں سے ابو ایوب رض وعبادہ رض وابو درداء رض ومعاذ رض وابی رض ہیں۔

حضرت معاذ رض وابی رض کا قرآن جمع کرنا اس فصل کے شروع میں مذکور ہو چکا ہے۔ حضرت عبادہ کے بارے میں تہذیب التہذیب میں مرقوم ہے۔ هو احد من جمع القرآن فی زمن النبی (ص) (ص ۱۱۲) یعنی عہد نبوی میں قرآن جمع کرنے والوں میں سے ایک عبادہ بھی ہیں۔ حضرت ابو درداء کی بابت مفتاح السعادة میں ہے احد الذین جمعوا القرآن علی عهد النبی (ص) بلا خلاف (ص ۲۵۴ ج ۱) یعنی عہد نبوی میں قرآن جمع کرنے والوں میں سے بالاتفاق ایک ابو درداء بھی ہیں۔ انہیں ابو درداء سے ایک شخص نے کہا کہ میرے بیٹے نے بھی ایک قرآن لکھ کر جمع کیا ہے تو آپ نے اس کو دعاء مغفرت دی (کتاب الزہد للامام احمد)۔

تیرھویں صحابی حضرت ناجیہ رض طفاوی ہیں۔ طبرانی میں ہے کان ناجیة یکتب المصاحف (اصابہ و استیعاب) یعنی حضرت ناجیہ قرآن مجید لکھا کرتے تھے۔

چودھویں صحابی مشہور شاعر عرب حضرت لبید رض بن ربیعہ عامری ہیں، جن کا قصیدہ مشہور کتاب سبعہ معلقہ (یا عشرہ معلقہ) میں موجود ہے۔ ان کا حال سنئے انه لما اسلم کان یکتب القرآن وترك الشعر (جمهرة العرب ص ۳۱) عہد نبوی میں لبید نے جب سے اسلام قبول کیا شعر گوئی چھوڑ دی

تھی اور وہ ہمیشہ قرآن ہی لکھا کرتے تھے ۔

پندرھویں[۱۵] صحابی حضرت عقبہؓ بن عامر جہنی ہیں۔ تہذیب التہذیب میں ہے ھو احد من جمع القرآن وکتب بیدہ ومصحفہ بمصر الی الآن بخطہ (ص ۲۴۴ ج ۷) یعنی عقبہ رضؓ نے عہد نبوی میں قرآن مجید کو جمع کیا اور اپنے ہاتھ سے لکھا تھا، اور اُن کا لکھا ہوا قرآن مجید مصر میں اب تک (حافظ ابن حجر کے زمانہ تک) موجود ہے ۔ حافظ ذہبی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے بلکہ فاضل ابن یونس نے اس قرآن کو اپنی آنکھوں[۴۴]

سولھویں[۱۶] حضرت ام سلمہ رضؓ ام المومنین ہیں۔ کنز العمال میں ہے عن عبداللہ بن نافع قال امرتنی ام سلمۃ ان اکتب لھا مصحفا الخ (ص ۲۳۰ ج ۱) عبداللہ بن نافع کہتے ہیں کہ مجھے ام سلمہؓ نے حکم دیا کہ اُن کے لئے ایک قرآن مجید لکھوں ۔

سترھویں[۱۷] حضرت حفصہ ام المومنین ہیں۔ کنز العمال میں ہے عن نافع ان حفصۃ دفعت مصحفا الی مولی لھا یکتب الخ (ص ۲۳۶ ج ۱) نافع کہتے ہیں کہ حضرت حفصہ نے اپنے غلام کو قرآن (جو اُن کے پاس عہدِ صدیقی کا تھا) نقل کرنے کو دیا ۔

اٹھارھویں[۱۸] حضرت عائشہ ام المومنین ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے عن ابی یونس مولی عائشۃ انہ قال امرتنی عائشۃ ان اکتب لھا مصحفا الخ (ص ۲۲۷ ج ۱) حضرت عائشہ کے غلام ابو یونس کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ نے حکم دیا کہ اُن کے لئے ایک قرآن مجید لکھوں۔ اسی قرآن کو سامنے رکھ کر اُن کا دوسرا غلام ذکوان نماز کی امامت کرتا تھا، اور نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھتا تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کانت عائشۃ یؤمھا عبدھا ذکوان من المصحف (بخاری احمدی ص ۹۶ ج ۱) یعنی حضرت عائشہ کا غلام ذکوان قرآن دیکھ کر حضرت عائشہ کا امام بن کر نماز پڑھاتا۔ وعن ھشام ابن عروۃ قال قرأت فی مصحف عائشۃ الخ (کنز العمال ص ۲۳۷ ج ۱) ہشام کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ عروہ کی خالہ حضرت عائشہ کے قرآن مجید میں تلاوت کی ہے۔ اس قرآن کو دیکھنے کے لئے ایک

[illegible]

شخص ملک عراق سے سفر کر کے مدینہ آیا تھا تاکہ اس کی نقل کرے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے قال عراقی لعائشہ یا ام المؤمنین اریبنی مصحفک الخ (ص۷۴۶ ج۲) عراقی نے حضرت عائشہ سے کہا کہ اے اماں جان مجھے اپنا قرآن مجید دیجیے میں اس کی نقل کروں گا۔ عراق پر ہی کیا موقوف ہے ملک شام سے بھی لوگ بغرض نقل قرآن مدینہ آیا کرتے تھے انطلق رکب من اھل الشام الی المدینۃ یکتبون مصحفا لھم (منتخب کنز العمال ص۱۰۱ ج۱) یعنی ملک شام سے ایک پورا قافلہ مدینہ آیا تھا تاکہ اپنے لئے قرآن لکھیں۔ غرض اٹھارہ ہوگئے۔

۱۹ انیسویں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہیں جنہوں نے حضرت زید بن ثابت سے قرآن مجید لکھوایا۔ فتح الباری میں ہے۔ قال زید بن ثابت امرنی ابوبکر فکتبت الخ (ص۴۲۳ پ۲۰) صحیح بخاری میں ہے فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمر حیاتہ ثم عند حفصۃ بنت عمر الخ (مشکوٰۃ ص۱۸۵) یعنی زید کہتے ہیں کہ مجھے ابوبکر رضؓ نے قرآن لکھنے کا حکم دیا۔ پس میں نے لکھا، یہ نسخہ ابوبکر کے پاس اُن کے مرنے تک رہا پھر حضرت عمر رضؓ کے پاس آخر حیات تک رہا۔ پھر اُن کی بیٹی حضرت حفصہ کے پاس تھا۔ (اسی نسخہ کی نقل حضرت حفصہ نے اپنے غلام سے کرائی تھی۔ جیسا کہ نمبر ۱۷ میں گزرا ہے) اور اسی نسخہ کو حضرت حفصہ سے حضرت عثمان رضؓ نے سنگوا کر اُس کی متعدد نقلیں کرائی تھیں جیسا کہ خاتمہ میں بیان ہوگا انشاء اللہ)۔

۲۰ بیسویں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضؓ ہیں جنہوں نے حضرت زید سے اپنے لئے ایک علیحدہ نسخہ لکھوایا تھا جیسا کہ فتح الباری میں ہے فلما ھلک وکان عمر کتبت ذلک (حوالہ مذکورہ) یعنی جب ابوبکر صدیق رضؓ فوت ہوگئے اور حضرت عمر رضؓ خلیفہ ہوئے تو پھر میں نے اُن کے لئے قرآن لکھا۔ معارف ابن قتیبہ میں ہے کتب زید لعمر (ص۳۰) یعنی زید نے خاص حضرت عمر رضؓ کے لئے بھی لکھا تھا۔ اسی کو کنز العمال میں یوں لکھا ہے لما جمع عمر بن الخطاب المصحف (ص۲۱۱ ج۱) اسی نسخہ میں

حضرت عمرؓ تلاوت بھی کیا کرتے تھے جیسا کہ ابن عباس کہتے ہیں ان عمرؓ اذا دخل بیتہ نشر المصحف فقرء فیہ (فضائل قرآن ابن کثیر ص ۱۴۱) یعنی حضرت عمرؓ جب اپنے مکان میں داخل ہوتے قرآن مجید کھول کر پڑھنے لگتے۔ نیز آپ لکھے ہوئے قرآن مجید کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے چنانچہ منتخب کنز العمال میں ہے ان عمرؓ وجد مع رجل مصحفا قد کتبہ (الی) کان اذا رأی مصحفا سرّہ (ص ۲۹۸ ج ۱) یعنی حضرت عمرؓ نے ایک شخص کے پاس لکھا ہوا قرآن مجید دیکھا اور آپ جب ایسا قرآن دیکھتے تو خوش ہوتے۔ خلیفۂ وقت کی خوشی اور قرآن دیکھ کر پڑھنے کی ترغیب والی حدیثوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن پاک کے نسخے بکثرت لکھے جانے لگے اور عام طور سے بازاروں میں فروخت ہونے لگے تھے۔ چنانچہ بعض عاشقانِ قرآن کو یہ بات بری معلوم ہونے لگی تھی جیسا کہ طبقات ابن سعد میں ہے قال حنظلۃ مررت مع طاؤس علی قوم یبیعون المصاحف فاسترجع طاؤس الخ (ص ۳۱۳ ج ۴) حنظلہ کہتے ہیں کہ میں طاؤس کے ہمراہ بازار گیا تو دیکھا کہ لوگ قرآنوں کی بیع وشرار کر رہے ہیں۔ اس پر طاؤس نے اناللہ پڑھی۔ آخر طاؤس کے استاد ابن عباس رضؓ سے پوچھا گیا۔ سئل ابن عباس عن بیع المصاحف قال لا بأس (منتخب کنز ص ۲۰۴ ج ۱) یعنی ابن عباس رضؓ سے دریافت کیا گیا کہ بیع قرآن کی بابت آپ کا فتویٰ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح ابن عباس سے کتابتِ قرآن کی اُجرت کی بابت پوچھا گیا انہ سئل عن اُجرۃ کتابۃ المصحف فقال لا باس (مشکوٰۃ ص ۲۳۴) فرمایا کہ کچھ حرج نہیں ہے۔ پھر تو قرآن مجید کے نسخوں کی اتنی کثرت مختلف ممالک میں ہوگئی کہ اُن کا صحیح شمار غیر ممکن ہوگیا علامہ ابن حزم کتاب الفصل میں لکھتے ہیں مات عمرو مأتہ الف مصحف من مصر الی العراق والشام والیمن فما بین ذالک (ملل ونحل ص ۶۸ ج ۲) یعنی مصر سے لے کر عراق وشام ویمن تک اور ان ممالک کے درمیان میں **حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت قرآن کے ایک لاکھ نسخے موجود تھے**

اللہُ اکبر!

آمدم برسرِ مطلب۔ الغرض عہدِ نبوی میں قرآن مجید کے لکھنے اور جمع کرنے والوں کی صحیح تعداد تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں کیا خوب لکھا ہے ان الذین جمعوا القرآن علی عھد النبی (ص) لا یحصیھم عدد ولا یضبطھم احد (عمدۃ القاری ص۳۱۵ ج ۹) یعنی عہدِ نبوی میں جن لوگوں نے قرآن جمع کیا تھا اُن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ بیس[20] نام تو اوپر ہم نے لکھے تھے۔ علامہ عینی نے ابوموسیٰ[21] اشعری، مجمع[22] بن جاریہ، قیس[23] بن ابی صعصعہ، قیس[24] بن سکن، اُمّ[25] ورقہ بنت نوفل اور ابنۃ[26] عبداللہ بن حارث کے نام بھی بحوالہ کتب لکھے ہیں۔ خطیب بغدادی نے ثابت[27] بن بشیر بن ابی زید کا نام بھی لکھا ہے (ص۳۰ ج ۹)۔ باقی لوگوں کے نام اور شمار خدا ہی بہتر جانتا ہے +

ایک شُبہ کا دفعیہ روایاتِ مرقومہ بالا میں الفاظ جمع القرآن یا جمعوا القرآن کے جو آئے ہیں اِن پر شُبہ وارد کیا گیا ہے کہ اس سے مراد جمع صدر یعنی حفظ ہے نہ جمع کتابی۔ اس کا دفعیہ یوں ہے کہ قرآن کے حافظ تو تقریباً سب صحابہ تھے۔ دیکھو ستر صحابہ جو بیرِ معونہ میں شہید ہوئے تھے وہ سب حافظِ قرآن تھے، اسی طرح جنگِ یمامہ میں جو ستر صحابہ شہید ہوئے تھے وہ بھی سب حافظ تھے۔ ان کے علاوہ جو صحابی عہدِ نبوی میں زندہ موجود تھے اُن میں سے تیس صحابہ کے نام شروح بخاری (فتح الباری وعمدۃ القاری) میں موجود ہیں۔ اور جب کہ صحابہ کرام نے زبانِ وحی ترجمان سے یہ بشارت سُنی ہوئی تھی کہ ان اللہ لا یعذب قلبا وعی القرآن (منتخب کنز ص۳۶۲ ج ۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس دل میں قرآن محفوظ ہوگا اس کو عذاب نہیں ہوگا اور آپ نے فرمایا تھا لو جعل القرآن فی اھاب ثم اُلقی فی النار ما احترق رواہ الدارمی (مشکوٰۃ ص۱۸۷) یعنی جس مسلمان کے بدن (کی کھال) میں (یعنی سینۂ دل میں) قرآن ہوگا اس کو جہنم کی آگ نہیں جلائے گی۔ تو بھلا یہ شُبہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی صحابی حافظِ قرآن نہ ہوگا؛ حالانکہ عرب کا حافظہ مشہورِ عالم ہے۔ لہٰذا روایاتِ مرقومہ بالا میں جمع سے مراد کتابی ہے۔ بلکہ بعض روایات میں تو کتابت کی تصریح موجود ہے حاکم کی روایت

میں زید کا مقولہ نؤلف القرآن فی الرقاع موجود ہے (اتقان ۱) یعنی ہم قرآن کو رقعوں میں لکھ کر جمع کرتے تھے۔ انہیں رقعوں سے زید نے ابوبکر رض کے زمانہ میں نقل کیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اجمعہ من الرقاع (پ) پس جمع فی الرقعہ کی قید مُبطل ہے جمع فی الصدر محض کی۔ اسی لئے حافظ عسقلانی نے لکھا ہے المراد بالجمع الکتابۃ فلا ینفی ان یکون غیرھم جمعہ حفظاً عن ظھر قلب، و اما ھؤلاء فجمعوہ کتابۃً وحفظوہ عن ظھر قلب انتہی (فتح الباری انصاری پارہ ۲۰ صفحہ ۴۲۲) یعنی روایاتِ بالا میں جمع سے مراد لکھنا ہے، اس سے دیگر اصحاب کے زبانی یاد کرنے کی نفی نہیں ہوتی لیکن یہ لوگ زبانی بھی یاد رکھتے تھے اور لکھ کر بھی جمع کیا فاندفع ما اورد +

خاتمہ

(۱) جمع عثمانی کی حقیقت

اوپر یہ لکھا جاچکا ہے کہ حضرت عمر رض کی وفات کے وقت ایک لاکھ نسخے قرآن مجید کے اطراف وجوانب مدینہ میں شائع و ذائع ہو چکے تھے تو پھر حضرت عثمان رض کو جامع قرآن کیونکر کہا جاسکتا ہی؟ اگر اس وجہ سے کہ اُنہوں نے عہدِ نبوی میں اپنے لئے قرآن مجید کا نسخہ لکھا اور جمع کیا تھا جیسا کہ مفتاح السعادۃ اور ازالۃ الخفاء کے حوالہ سے اوپر نقل ہو چکا ہے تو اس امر میں اُن کی مزیت کیا ہی؟ بہت سے صحابہ نے اسی طور سے لکھا اور جمع کیا تھا کما مر۔ واقعہ یہ ہے کہ طرزِ تحریر یعنی رسم خط سب کے جُدا تھے، اس وجہ سے قرائتیں مختلف ہوجاتی تھیں، اس اختلاف کو دُور کرنے کے لئے حضرت عثمان رض نے اپنی خلافت میں ایک رسم خط اور ایک قراءۃ پر سب کو جمع کر دیا، جیسا کہ حافظ ابنِ کثیر نے کتاب فضائل قرآن میں لکھا ہے ھو جمع الناس علی قراءۃ واحدۃ لئلا یختلفوا فی

القرآن (مطبوعہ مصر صت۳ ۔ دسث) یعنی حضرت عثمان رضؓ نے لوگوں کو ایک قراءۃ پر جمع کر دیا تھا تاکہ لوگ قرآن پڑھنے میں اختلاف نہ کریں۔ اس لئے وہ "جامع الناس الی ہذا القرآن" تو بیشک ہیں، جامع قرآن نہیں ہیں، جیساکہ حارث محاسبی نے کہا ہے المشہور عند النّاس ان جامع القرآن عثمان ولیس کذالک (اتقان للسیوطی صث) یعنی لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے کہ حضرت عثمان قرآن کے جمع کرنے والے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے جو صحیح بخاری میں مروی ہے عن انس قال امر عثمانؓ زید بن ثابت ...... ان ینسخوھا فی المصاحف (پ۱۲ باب نزل القرآن الخ) فارسل عثمان الی حفصۃ ان ارسلی الینا بالصحف ننسخھا فی المصاحف .... فنسخوھا فی المصاحف .... حتی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف .... ارسل الی کل افق بمصحف مما نسخوا (پ۲۱ باب جمع القرآن) ای ینقلوا الذی فیھا الی مصاحف اُخریٰ (فتح الباری صئلا) یعنی حضرت عثمان رضؓ نے زید بن ثابت اور چند کاتبوں کو بلوا کر حضرت حفصہ رضؓ کو پیغام بھیجا کہ حضرت ابوبکر والا قرآن بھیج دو تاکہ اُس کی متعدد نقلیں کرائی جائیں چنانچہ حضرت زید اور دیگر کاتبوں نے کئی نسخے لکھے۔ جب نقلیں ہو چکیں تو حضرت عثمان رضؓ نے اُن کو اطراف و جوانب میں بھجوا دیا۔

اس روایت سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت عثمان رضؓ نے قرآن صدیقی کی نقل کا حکم دیا تھا نہ جمع کا۔ یعنی صحیفۂ عثمانی نقل تھا صحیفۂ ابی بکر رضؓ کی۔ اور صحیفۂ ابی بکر رضؓ نقل تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قرآن مابین الدفتین کی جس کو آنحضرت علیہ السلام چھوڑ گئے تھے کما مر۔ اور قرآن نبوی کی ترتیب من جانب اللہ تھی جو کہ آپ کو زبانی یاد تھا اور جس کی آپ سات منزلیں فرمایا کرتے تھے جیساکہ پیشتر مفصل لکھا جا چکا ہے۔ لہٰذا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ جو قرآن اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ بعینہٖ وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا۔ اور اسی ترتیب پر ہے جس ترتیب پر آپ نے خود تلاوت فرمائی اور صحابہ کو یاد کرایا اور لکھوایا۔ وھو المراد۔ والحمد للہ علی ما یراد ◆

(۲) اِعرابِ قرآن

مسئلہ جمع قرآن کے متحقق ہو جانے کے بعد ضمناً مسئلۂ اعراب قرآن کی بابت بھی ایک ضروری امر کا منظرِ عام پر آجانا ضروری ہے۔ اعراب قرآن کے بارے میں اتفاق ہے کہ وہ بعد میں لگایا گیا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ اعراب لگانے والوں نے آیا اپنی رائے سے قرآن کی آیتوں پر زیر زبر پیش لگایا ہے؛ یا کسی سوسائٹی کے مشورہ سے؛ یا ضرورتِ زمانہ سے مجبور ہو کر؛ یا کسی شرعی حکم کے ماتحت؛ جن لوگوں کو حقیقت کا علم نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ زمانہ کی ضرورت نے اِعراب لگانے پر مجبور کیا اور اسے وہ بدعت حسنہ کہتے ہیں لیکن ابویعلیٰ و بیہقی کی ایک حدیث فیصلہ کر دیتی ہے کہ آیتوں پر اعراب حکمِ نبوی کے ماتحت لگایا گیا ہے خواہ کسی زمانہ میں لگا۔ لہذا جو امر حدیث سے ثابت ہو اُس پر بدعت کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ آنحضرت علیہ السلام خود اس کا حکم دے گئے تھے چنانچہ ملاحظہ ہو:۔

عن ابی ھریرۃ قال قال النبی (ص) اعربوا القراٰن رواہ البیھقی وابویعلی (مشکوٰۃ ص۱۸۴، جامع صغیر ج۱ ص۳۸، منتخب کنز ج۱ ص۲۸۶، تاریخ خطیب ج۸ ص۷۷، بغیۃ الوعاۃ ص۴۵۰، فضائل ابن کثیر ص۲۰۱)۔

یہ حکم اپنے عموم کی بنا پر جس طرح شامل ہے تبیین معانی واظہارِ حروف والفاظ عند التلاوت کو اسی طرح عند الکتابت حروف والفاظ پر زیر زبر پیش جزم مد تشدید لگانے کو بھی پس جن لوگوں نے آیاتِ قرآنیہ پر اعراب لگایا ہے اسی شرعی حکم کے ماتحت لگایا ہے۔ لہذا یہ فعل بدعت حسنہ کا ثبوت یا نظیر نہیں بن سکتا۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے ای ایھا العلماء بینوا ما فی القراٰن من بدائع الاعراب (ج۲ ص۶۰۲) یعنی اے پڑھنے والو! قرآن مجید کے اعراب کو بیان کرو۔ زبان سے یا قلم سے دونوں مراد ہو سکتا ہے۔ والحمد للہ اولاً و آخراً

تم الباب الاول فی جمع القراٰن۔ ویتلوہ الباب الثانی فی جمع احادیث الرسول النبی الامی علیہ الصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان ۵

دوسرا باب

کتابتِ احادیث و جمعِ روایات

فصلِ اوّل

پہلا ثبوت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے

خاص

(۱) مکہ معظمہ میں قبیلہ خزاعہ سے ایک شخص نے قبیلہ بنولیث کا ایک آدمی مار ڈالا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو آپ نے مکہ مکرمہ کی عزت وحرمت نیز اس میں قتل وقتال کی ممانعت سے متعلق ایک خطبہ دیا۔ حاضرین میں سے ایک یمنی شخص ابوشاہ نے عرض کی کہ مجھے یہ باتیں لکھوا دیجیے، آپ نے فرمایا اکتبوا لابی شاہ (بخاری احمدی ص ج ۱ ۲ مسلم ص ۴۳۹ ج ۱)

یعنی میری یہ حدیث ابوشاہ کو لکھ دو۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کو ایک صحیفہ (رسالہ) لکھوایا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے عن علی قال ما کتبنا عن النبی (ص) الا القرآن وما فی ھذہ الصحیفۃ (ص ۴۵۱ ج ۱) اس صحیفہ میں مدینہ کا حرم ہونا، مسائلِ جراحات، اونٹوں کی عمریں، احکام ذمیاں، کسی دوسرے کو باپ یا مولیٰ بنانے کی ممانعت، ذبح لغیر اللہ کی حرمت، علاماتِ ارضیہ کی چوری پر لعنت، والدین کو برا کہنے پر لعنت، بدعتی کو ٹھکانا دینے پر لعنت وغیرہ مختلف مسائل مرقوم تھے (صحیح مسلم ص ۴۴۲ ج ۱ ص ۴۹۵ ج ۱ ص ۱۶۱ ج ۲)

(۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رافع بن خدیج کو اپنی تمام حدیثوں کے لکھنے کا حکم دیا تھا۔

طبرانی کبیر میں ہے عن رافع رض قال قلت یا رسول اللہ انا نسمع منک اشیاء فنکتبھا؟ قال اکتبوا ولا حرج (منتخب کنز العمال ص۵۳ ج۴ - مجمع الزوائد ص۱۵۱ ج۱) یعنی یا رسول اللہ! ہم لوگ آپ سے سنی ہوئی حدیثوں کو لکھ لیا کریں؟ فرمایا لکھ لو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس میں حکم کتابت بصیغہ جمع فرمایا ہے جو سب صحابہ کو شامل ہے۔ جامع ترمذی میں آیا ہے کہ ایک مرد انصاری (غالباً رافع) کو آپ نے فرمایا تھا استعن بیمینک واوما بیدہ الخط (ص۳۸۲) یعنی میری حدیثیں لکھ لیا کرو۔ اور طبرانی میں ہے استعن بیمینک علی حفظک (کنوز الحقائق ص۳۵ ج۱)۔

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو بھی اپنی تمام حدیثوں کے لکھنے کا حکم دیا تھا استأذن فی الکتاب عنہ فاذن لہ (مسند احمد ص۲۱۵ ج۲ - استیعاب برحاشیہ اصابہ ص۳۴۷ ج۲ - شرح معانی الآثار طحاوی ص۳۸۳ ج۲) چنانچہ آپ کا یہ اذن دینا بصیغہ امر بھی مروی ہے اکتب فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الا الحق (ابوداؤد مصری ص۷۷ ج۲ و سنن دارمی ص۱۲۶ و ص۱۲۷ ج۲ ومسند دارمی ص۶۷ و مستدرک حاکم ص۱۰۶ ج۱) یعنی میرے منہ سے حق نکلتا ہے پس اسے لکھ لیا کرو۔

(۵) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا غلام حضرت عدّا صحابی کے ہاتھ فروخت کیا تو ایک نوشتہ (بیعنامہ) لکھوا کر مرحمت فرمایا تھا، چنانچہ عدّاء کہتے ہیں کتب لی ... بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا ما اشتری العداء بن خالد من محمد (ص) الخ (استیعاب برحاشیہ اصابہ ص۱۶۱ ج۳ و صحیح بخاری احمدی ص۲۷۹ ج۱) حضرت عدّاء زمانہ تابعین میں اس تحریر کو سب لوگوں کو دکھلاتے اور پڑھ پڑھ کے سنایا کرتے تھے (ترمذی ص۱۹۶ و استیعاب ص۱۶۲ ج۱) یہ تحریر محدثین کے پاس ہمیشہ محفوظ رہی (استیعاب ص۱۶۱ ج۳)۔

(۶) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تمامہ صحابی کو تحریر بھیجی کہ اپنے ملک (نجد) سے مکہ والوں کے لئے غلہ بھیجنا بند نہ کرے کتب النبی (ص) الی ثمامۃ بن اثال ان یخلی بین اہل مکۃ وبین الحمل الیھم (فتح الباری ص۴۲ و سیرۃ ابن ہشام ص۹۳ ج۳ ومبسوط سرخسی الواب السیر)۔

(۷) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی بعض سیاسی ضرورتوں کو ملحوظ رکھ کر اُن کے ناموں کو لکھنے کا حکم دیا تھا اکتبوا لِی من یلفظ بالاسلام (بخاری ص ۴۳۰ ج ۱ ۔ سنن بیہقی ص ۳۶ ج ۹) قال یارسول اللہ انی کُتِبْتُ فی غزوۃ کذا (بخاری حوالہ مذکورہ) یعنی تمام مسلمانوں کے نام لکھو۔ ایک صحابی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میرا نام فلاں لڑائی کے لئے لکھا گیا ہے۔

(۸) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں شرائطِ صلح لکھوا کر سُہیل بن عمرو کو دی تھیں یہ صلح نامہ تمام کتب حدیث و سِیَر میں منقول ہے۔ صحیحین میں وارد ہوا کتب ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ الخ (بخاری احمدی ص ۴۵۲ ج ۱ و مسلم ص ۱۰۴ ج ۲) اس کی ایک نقل قریش نے لی، ایک آپ نے اپنے پاس رکھی (ابن سعد مغازی ص ۷۱)۔

(۹) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودِ مدینہ سے جو صُلح کی اُسے لکھوایا کتب النبی (ص) کتابا وادع فیہ یھود الخ (سیرۃ ابن ہشام ص ۱۷۸ ج ۱) ایک اور بھی صحیفہ امن لکھوا کر یہود کو دیا گیا تھا۔ سنن ابی داؤد میں ہے کتب النبی (ص) بینہ و بینھم و بین المسلمین عامۃ صحیفۃ (مصری ص ۲۵ ج ۲) حضرت سلمان فارسی کو غلامی سے آزاد کرانے کے لئے اُن کے یہودی مالک کو آپ نے تحریر بھیجی تھی (تاریخ خطیب ص ۱۷۰ ج ۱)۔ یہود خیبر کو ایک مقتول صحابی کی دیت (خوں بہا) ادا کرنے کے لئے تحریر بھیجی کتب النبی (ص) اما ان یدوا صاحبکم و اما ان یؤذنوا بحرب (بخاری احمدی ص ۱۰۶۱ و ص ۱۰۶۲ ۔ مسلم ص ۵۶ ج ۲ نسائی ص ۲۴۷ ، ابوداؤد مصری ص ۱۶۱ ج ۲ ۔ ابن ماجہ مصری ص ۴۶ ج ۲) یعنی مقتول کی دیت ادا کرو ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

(۱۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سردارانِ عرب و شاہانِ عجم کو دعوتِ اسلام کی تحریریں بھیجی تھیں جو کتب حدیث و سِیَر میں بہ تفصیل مرقوم ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کتب النبی (ص) الی کسریٰ و قیصر و النجاشی و الی کل جبار یدعوھم الی اللہ (ص ۹۹ ج ۲) و کتب الی ملک ایلۃ (مسلم ص ۲۴۶ ج ۲ و ابن ہشام ص ۲۰۰ ج ۳)

وکتب الی ملوک حمیر (کتاب الخراج لیحییٰ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۹) وکتب الی کسریٰ (تاریخ خطیب صفحہ ۱۳۲ ج ۱) یعنی آپ نے خسرو پرویز، قیصر روم، شاہِ حبش، شاہِ ایلہ، شاہانِ حمیر اور ہر صاحب جبروت والیٔ ملک کے پاس اپنی تحریریں بھیجیں۔ ہندوستان کے راجہ سری بانک کے پاس حذیفہ و اُسامہ وغیرہ دس صحابیوں کی معرفت دعوتِ اسلام کی تحریر بھیجی فاجاب واسلم وقبل کتاب النبی (ص) (میزان الذہبی صفحہ ۱ ج ۱ ترجمہ اسحاق بن ابراہیم طوسی)۔ اُس راجہ نے دعوت قبول کی اور اسلام لایا اور آپ کی تحریر کو بوسہ دیا۔ اسی طرح منذر والیٔ عمان کو تحریر بھیجی۔ واقدی کہتا ہے کہ میں نے یہ تحریر دیکھی ہے (زاد المعاد صفحہ ۵۷ ج ۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن تحریروں کی نقلیں زاد المعاد لابن قیم، خاتمہ نصب الرایہ للزیلعی اور اعلام السائلین فی مکاتیب سید المرسلین مطبوعہ مصر میں مفصل موجود ہیں۔ من شاء فلیراجع الیہا*

(۱۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک ماہ پیشتر قبیلہ جہینہ والوں کو یہ حدیث لکھوا کر بھجوائی جیسا کہ ابن عکیم کہتے ہیں قال عبد اللہ بن عکیم اتانا کتاب النبی (ص) ان لا تنتفعوا من المیتۃ الخ (منتقی صفحہ ۵ مشکوٰۃ صفحہ ۴۵ طبرانی صغیر صفحہ ۱۲۵ و صفحہ ۲۱۱ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، دارقطنی، بیہقی، ابن حبان وغیرہ)*

(۱۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں احکام ضروریہ (جزیرۂ عرب سے مشرکین کا اخراج وفود کی خاطر داری، تجہیز جیش اُسامہ رض، قبر نبوی کو وثن نہ بنانے، خلافت ابی بکر صدیق رض وغیرہ) لکھوانے کو قلم دوات کاغذ طلب فرمایا تھا قال ائتونی اکتب لکم کتابا الخ (بخاری احمدی صفحہ ۴۲۹ ج ۱، صفحہ ۶۳۸ ج ۲ و مسلم صفحہ ۴۲ ج ۲ و صفحہ ۲۷۳ ج ۲)*

(۱۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک یمن کے شہر جرش والوں کو مسئلہ نبیذ لکھوا کر بھجوایا تھا کتب الی اهل جرش ینهاهم عن خلیط التمر والزبیب (مسلم صفحہ ۱۶۴ ج ۲) یعنی کشمش اور خرما کو ملا کر مت بھگو۔ یہی حکم ہجر والوں کو لکھوا کر بھیجا تھا کتب الی هجر ان لا تخلطوا الزبیب والتمر جمیعا (نسائی صفحہ ۸۱۹)*

(۱۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلم بن حارث تیمی کو کچھ وصیتیں لکھوا کر مُہر کرکے مرحمت فرمائی تھیں

قال له النبی (ص) اما انی ساکتب لك بالوصاة بعدی قال ففعل فختم علیه فدفعه الی

(ابوداؤد مصری صـ۲۱۱ جـ ۲)

(۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کے پاس یمن میں تعزیت نامہ لکھوا کر روانہ فرمایا تھا

قال مسعود بن لبید مات ابن لمعاذ فکتب الیه النبی (ص) ۱ سرتیه علیه الحدیث (مت ر ک

حاکم صـ۲۷۳ جـ۳ وتاریخ خطیب صـ۸۹ جـ۴ وطبرانی وابن مردویہ) یعنی مدینہ میں حضرت معاذ کا لڑکا مر گیا اور معاذ یمن میں

تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کے پاس تسلی کی تحریر بھیجی تھی۔

(۱۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کے پاس یمن میں حسب ذیل احکام لکھوا کر بھجوائے

تھے کتب الی معاذ بالیمن ان یاخذ من کل حالم وحالمة دینارًا (کتاب الخراج لیحیی مطبوعہ مصر صـ۷۳

مراسیل ابی داؤد مطبوعہ مصر صـ۱۶ وتاریخ خطیب صـ۲۵ جـ۴) وکتب فیما سقت السماء العشر وما سقی بالغرب

فنصفه (الخراج صـ۱۱۰ وصـ۱۱۶) وکتب انما الصدقة فی الحنطة والتمر والشعیر والزبیب (ایضاً صـ۱۱۳)

وکتب معاذ الی النبی (ص) یسأله عن الخضراوات الخ (ترمذی صـ۱۱۶ جـ۱ ودارقطنی صـ۲۰۸ جـ۱) یعنی ہر غیر مسلم

بالغ مرد و زن سے ایک ایک دینار جزیہ لیں، بارش سے جو غلہ پیدا ہو اُس میں سے دسواں حصہ لیں،

ڈول سے جو کھیت سینچا جائے اُس سے بیسواں حصہ لیں۔ صرف چار چیزوں (جو مین کی خاص پیداوار

ہیں) میں زکوٰۃ لیں۔ گیہوں، جو، خرما اور کشمش ہیں۔ پھل، سبزی اور ترکاری میں زکوٰۃ نہ لیں۔ یہ

مبارک تحریر نبوی موسیٰ بن طلحہ تابعی کے پاس یادگار کے طور پر محفوظ تھی۔ (دارقطنی صـ۲۰۱۔ مشکوٰۃ صـ۱۵۱)

(۱۷) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن والوں کو ایک اور حکم بھی تحریر کرا کے روانہ فرمایا تھا جو یہ

ہے عن ابی هریرة قال کتب النبی (ص) الی اهل الیمن ان یوخذ من العسل العشر رواه

عبد الرزاق (فتح الباری انصاری صـ۵ پ ۶ ونصب الرایہ للزیلعی صـ۴۱ جـ۲) یعنی شہد (جو یمن میں بکثرت پیدا

ہوتی ہے، کہ بھی زکوٰۃ سے دسواں حصہ ادا کریں۔

(۱۸) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر قبیلہ والوں کو دیت کے مسائل لکھوا کر بھجوائے تھے کتب النبی (ص) علی کل بطن عقوله ثم کتب انه لا یحل لمسلم ان یتوالیٰ مولیٰ رجل مسلم بغیر اذنہ وانہ ملعون فی صحیفته من فعل ذالك (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۹۵) یعنی آپ نے ہر اہلِ قبیلہ کو خون بہا کی تفصیل لکھوائی اور یہ بھی لکھوایا کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ کسی مسلمان کے آزاد کردہ غلام کا متولی بغیر اجازت معتق کے بن جائے اور جو ایسا کرے گا وہ ملعون ہے۔ وکتب النبی (ص) لمجاعة مائة من الابل (ابوداؤد مصری ج ۲ ص ۴۱) یعنی مُجاعہ صحابی کو اس کے بھائی کا خون بہا سو اونٹوں کا آپ نے لکھ دیا تھا۔

(۱۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضحاک صحابی کو لکھا تھا کہ اشیم ضبابی کی دیت سے اس کی بیوی کو ورثہ دے قال الضحاك بن سفیان کتب الی النبی (ص) ان اورث امرءة اشیم الضبابی من دیة زوجها (مشکوٰۃ ص ۲۵۶، ترمذی ص ۳۰۰، دارقطنی ج ۲ ص ۴۸۵، ابوداؤد مصری ج ۲ ص ۲۵، تاریخ خطیب بغدادی ص ۳ و ص ۲۴۳ ج ۳)

یعنی بیوی مقتول شوہر کے خونبہا سے حصہ پائے گی۔

(۲۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو زہیر بن اقیش کو بشرط اسلام ایک امان نامہ چرمی قطعہ پر تحریر فرما دیا تھا دخل رجل معه قطعة ادم قال کتب لی هذا رسول اللہ الخ (نسائی ص ۶۲۲ ابوداؤد مصری ج ۲ ص ۲۵، ۲۴)

اسی طرح عُمیر ذی مُران اور عک ذی خیوان کو بھی امان نامے لکھوا دیئے تھے کتب النبی (ص) الی عمیر وعلك الخ (ابوداؤد مصری ج ۲ ص ۴۹ وطبرانی وغیرہ)۔

(۲۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارضِ خیبر کو ۳۶ حصوں میں تقسیم فرما کر نصف یعنی ۱۸ حصے اسلامی ضرورتوں کے لئے اپنے پاس رکھے اور بقیہ نصف (۱۸ حصے) صحابہ کرام میں تقسیم کر دیئے، ایک حصہ میں سو صحابی۔ اور ہر بیوی (ام المؤمنین) کو ایک ایک سو وسق (پیمانہ) اناج و خرما مرحمت فرمایا۔ یہ سارا تقسیم نامہ تحریری صورت میں تھا، جیسا کہ محدث یحیٰی بن آدم قریشی اپنی کتاب الخراج میں روایت لائے

ہیں فکتب فیھا النبی (ص) للناس (الی) کتبہ لکل امراۃ منھن ثمانون وسقا تمرا وعشرون حبا (مصری ص۳۵۸) یعنی صحابہ کے لئے بھی تحریر کردیا اور اپنی بی بیوں کے لئے بھی +

(۲۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علاوہ زمین مذکور کے دوسرے مقاموں کی زمینیں بھی صحابۂ کرام کو مرحمت فرمائیں اور اُن کو پٹہ لکھ دیا تھا، دیکھو صحیح بخاری احمدی باب کتابۃ القطائع (صفحہ ج۱) دعا النبی صلعم الانصار لیکتب لھم بالبحرین الخ (بخاری احمدی ص۳۲ ج۱) یعنی انصار کو علاقۂ بحرین کی زمینیں لکھوائیں۔ حُریث بجدی کے لئے ارض دہنار لکھنے کا حکم دیا، اُکتب لہ یا غلام بالدھناء (ابوداود مصری ص۳۳ ج۲) بلال بن حارث مزنی کو مدینہ سے قریب ساحلی مقام "قبل" کی پست وبلند زمین اور جبل قدس کے دامن کی زمین لکھ دی تھی، کتب لہ النبی (ص) الخ (ابوداود مصری ص۴۳ ج۲، مسند احمد ص۳۰۶ ج۱، مستدرک حاکم ص۵۱۷ ج۳) +

(۲۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وائل بن حجر صحابی رض کو جب وہ اپنے وطن حضرموت کو واپس جانے لگے تھے تین نوشتے مختلف مسائل (نماز، زکوٰۃ، ربوٰ، بیع، نکاح، شغار، حقوق یتامیٰ، حرمتِ اشیاء مسکرہ وغیرہ کے) لکھوا کر مرحمت فرمائے تھے جیسا کہ حضرت وائل خود کہتے ہیں امر لی رسول اللہ بکتب ثلاثۃ الخ (طبرانی صغیر ص۲۴۲) یعنی میرے لئے تین نوشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر کرائے تھے +

(۲۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیثوں کے لکھنے والوں کو مغفرت کی بشارت دی ہے قال من کتب عنی اربعین حدیثا رجاء ان یغفر اللہ لہ غفر لہ رواہ ابن الجوزی (منتخب کنز العمال ص۵۸ ج۴ برحاشیہ مسند احمد) یعنی جو شخص میری چالیس حدیثیں بامیدِ مغفرت لکھے گا، اللہ تعالےٰ اُسے بخش دیگا، سبحان اللہ!

(۲۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثوں کو سندوں کے ساتھ لکھنے کا حکم دیا ہے عن الحسین قال قال النبی (ص) اذا کتبتم الحدیث فاکتبوہ باسنادہ الخ (بغیۃ الوعاۃ للسیوطی مطبوعہ مصر ص۲۵۴) آپ نے فرمایا تم حدیثیں لکھو تو ان کی سندوں (راویوں کے ناموں) کے ساتھ لکھنا۔ (حضرت علی رض نے

نیز انس رضؓ نے ایسا ہی کہا ہے کما سیجیئی) ✦

عام

احادیثِ فعلیہ

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اواخر عمر میں تمام ماتحت حاکموں کے پاس بھیجنے کے لئے اپنی وہ تمام حدیثیں جن میں زکوٰۃ کے مسائل مذکور تھے تحریری صورت میں ایک جگہ جمع کرادی تھیں جس کا نام کتاب الصدقہ تھا (یہ کتاب حدیث کی پہلی کتاب ہے جو بحکم نبی (ص) لکھی گئی) سنن ابی داؤد اور بیہقی وغیرہ میں ہے عن ابن عمر قال کتب النبی (ص) کتاب الصدقۃ فلم یخرج الیٰ عماله حتیٰ قبض فعمل به ابوبکر رضؓ حتےٰ قبض ثم عمل به عمر رضؓ حتےٰ قبض ... وهی عند آل عمر قال الزهری اقرأنیها سالم فوعیتها وهی التی انتسخ عمر بن عبد العزیز الخ (ابو داود مصری ص۱۶۶ ج ۱ سنن بیہقی ص۸۵ ج ۴، مستدرک حاکم ص۳۹۲ ج ۱ ص۳۹۳) یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے "کتاب الصدقہ" لکھوائی پھر آپ کا انتقال ہوگیا اور یہ کتاب عاملوں کے پاس نہ جاسکی، آپ کے بعد اس کا نفاذ ابوبکر رضؓ نے کیا، صدیق اکبر کی وفات کے بعد حضرت عمر رضؓ نے۔ یہ کتاب حضرت عمر رضؓ کے خاندان میں (محفوظ) رہی، چنانچہ آپ کے پوتے سالم نے یہ کتاب امام زُہری کو پڑھنے کے لئے دی، جسے زُہری نے حفظ کرلیا، نیز اس کی نقل خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ کے دو بیٹوں سے لے کر کرائی تھی۔ انتہیٰ۔

روایت بالا کے فقرہ "عمل به ابوبکر" کی تفصیل صحیح بخاری میں یوں آئی ہے:۔

ان ابابکر کتب لانس هذا الکتاب لما وجهه الی البحرین، بسم الله الرحمٰن الرحیم هذه فریضة الصدقة التی فرض النبی (ص) الخ (بخاری احمدی ص۱۹۵ ج ۱) وعلیه خاتم رسول الله (ابوداؤد حوالہ مرقومہ، بیہقی ص۸۷ ج ۴ مستدرک ص۳۹۰ ج ۱) یعنی حضرت صدیق اکبر رضؓ

نے حضرت انس رضؓ کو بحرین بھیجنے کے وقت "کتاب الصدقہ" جس پر مُہر نبوی ثبت تھی، مرحمت فرمائی تھی۔ نیز ملاحظہ ہو سُنن دارقطنی صہ ۲۰۴، ۲۰۹، ۲۱۵ وسنن کبریٰ للبیہقی صہ ۸۵، ۸۶ ج ۴ ۔

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخر عہد میں حدیثوں کی ایک ضخیم کتاب، جس میں تلاوت قرآن مجید، نماز، زکوٰۃ، طلاق، عتاق، قصاص، دِیت وغیرہ نیز فرائض وسُنن اور کبیرہ گناہوں کی تفصیل تحریر کرا کے عمرو بن حزم صحابی کی معرفت یمن والوں کے پاس بھجوائی تھی، جیسا کہ سُننِ مجتبیٰ میں ہے ان النبی (ص) کتب الی اھل الیمن کتابا فیہ الفرائض والسُنن والدیات وبعث به مع عمرو بن حزم الخ (نسائی صہ ۲۲۷، ۲۲۸، مراسیل ابی داؤد صہ ۲۸، سنن دارقطنی صہ ۳۷۵، ۳۷۷، مسند داری صہ ۳۱۰، موطا مالک صہ ۳۳۲، مسند شافعی صہ ۱۹۸، کتاب الاُم للشافعی صہ ۶۶ ج ۶، سنن بیہقی صہ ۸۹ ج ۴، مستدرک حاکم صہ ۳۹۵ ج ۱، کنزالعمال صہ ۱۸۶ ج ۳، منتقی الاخبار صہ ۲۵۸، منتقی ابن الجارود صہ ۳۶۱، مشکوٰۃ صہ ۲۹۵، بلوغ المرام صہ ۱۴۲، جامع بیان العلم صہ ۷۱ ج ۱، تاریخ بغداد للخطیب صہ ۲۲۸ ج ۸، کتاب الخراج لیحیٰی صہ ۱۱۹، فتح الباری انصاری پ ۲۸ صہ ۳۸۲، تفسیر ابن کثیر صہ ۶۴ ج ۳، مسند احمد، ابن خزیمہ، ابن حبان، وغیرہ)

جامعیتِ مسائل کے لحاظ سے اس کتاب کو حدیث کی پہلی کتاب کہنا چاہیئے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لکھوائی۔ اور جب کہ اس کتاب میں اتنے کثیر مسئلوں کی حدیثیں لکھی اور جمع کی گئی تھیں تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ کتاب کافی ضخیم ہو گی۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں ھو کتاب عظیم فیه انواع کثیرۃ من الفقه فی الزکوٰۃ والدیات والاحکام وذکر الکبائر والطلاق والعتاق واحکام الصلوٰۃ ومس المصحف وغیر ذالك قال الامام احمد لاشك ان النبی (ص) کتبه (زاد المعاد طبع کانپور صہ ۳۰ ج ۱) یعنی یہ کتاب جس کی بابت امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ بلا شک یہ کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی لکھوائی ہوئی ہے، ایک بڑی کتاب ہے، اس میں بہت سے مسائل شرعیہ لکھے ہوئے تھے، جیسے زکوٰۃ، دیات،

کبائر، احکام، طلاق، عتاق، نماز، قرآن چھونے اور بہت سے مسئلے اس میں مرقوم تھے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

اب اس سے زیادہ اور کیا ثبوت چاہیئے؟

احادیثِ قولیہ

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علم حدیث کو تحریر میں لانے کا حکم عام مرحمت فرمایا ہے عن عبد اللہ بن عمرو قال قال النبی (ص) قیدوا العلم فقلت وما تقییدہا؟ قال کتابتہ (مستدرک حاکم ص۱۰۶ ج ۱، تاریخ بغداد للخطیب ص۴۶ ج ۲، جامع بیان العلم ص۷۲ ج ۱، جامع صغیر للسیوطی ص۲۷ ج ۱، کنوز الحقائق للمناوی ص۱۲۸ ج ۲، الناسخ والمنسوخ لابن الجوزی ص۱۳) آپ نے فرمایا کہ علمِ حدیث کو قید میں لاؤ، صحابی نے پوچھا کہ قید سے کیا مراد ہے؟ فرمایا قید تحریر میں لانا، اسی طرح کا حکم موقوفاً حضرت عمر، عبد اللہ بن عمر، ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کما سیجیئی۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام صحابہ کو عام طور سے حدیثیں لکھنے کا حکم مرحمت فرمایا تھا، جیسا کہ اوپر ص۳ میں مذکور ہوا، وہ حکم یہ ہے اکتبوا ولا حرج (مجمع الزوائد ص۱۵۱ ج ۱، منتخب کنز ص۵۵ ج ۴) یعنی حدیثیں لکھو، اب کوئی حرج نہیں رہا (پہلے منع تھا جو منسوخ ہو گیا) چنانچہ صحابۂ کرام نے اس پر جیسا عمل کیا۔ اس کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

فصلِ دوم

دُوسرا ثبوت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے

(بعض حدیثوں کا لکھنا)

(۱) مغیرہ بن شعبہ رضؓ نے حضرت معاویہ رضؓ کو ایک بار ایک حدیث لکھ کر بھیجی (بخاری احمدی ص۲۰۰ ج ۱)

(مسند ۱۲ ج ۴، مسلم ص۲۱۸ ج ۱) پھر دوسری بار دوسری حدیث لکھ کر روانہ کی (بخاری ص۹۵۰ ج ۲ و مسلم ص۷۰ ج ۲) +

(۲) حضرت معاویہ رضہ نے مروان کو حدیث شغار لکھ کر بھیجی تھی (ابو داؤد مصری ص۲۸۶ ج ۱ و مسند احمد ص۹۴ ج ۴)
نیز زیادؓ سے ایک حدیث سن کر اُسے لکھ لینے کا حکم دیا تھا۔ (ابو داؤد مصری ص۴۶ ج ۲ و مسند احمد ص۱۰۵ ج ۵ و جامع بیان العلم)

(۳) فاطمہ بنت قیس صحابیہ رضہ نے ابو سلمہ کو حدیث لکھوائی تھی قال ابو سلمۃ کتبتُ ذالک (الحدیث)
من فی فاطمۃ الخ (صحیح مسلم ص۴۸۴ ج ۱) +

(۴) ابوبکرہ صحابی رضہ نے اپنے بیٹے عبید الرحمٰن سے دوسرے بیٹے عبید اللہ کے پاس حدیث
لکھوا کر بھیجی تھی قال کتب ابی وکتبت له الی عبید اللہ الخ (مسلم ص۷۷ ج ۲) +

(۵) عبداللہ بن ابی اوفیٰ صحابی رضہ نے عمر بن عبید اللہ کی طرف حدیث تحریر کر کے روانہ کی تھی
(بخاری، مصری ص۱۴۵ ج ۱ و ص۱۰۷ ج ۲) +

(۶) ابو سعید خدری صحابی رضہ تشہد والی حدیث تحریر کرنے کے مُقر ہیں (ابو داؤد حسن المعبود ص۳۵۷ ج ۳) +

(۷) جابر بن سمرہ رضہ صحابی نے عامر بن سعد کو حدیث خلفاء قریش تحریر کر کے بھیجی تھی (مسلم ص۱۱۹ ج ۲) نیز
حدیث ذکر حوض کوثر لکھ کر دوسری بار روانہ کی (مسلم ص۲۵۱ ج ۲) غالباً انہیں جابر کی بابت حافظ ابن عبدالبر
نے جامع بیان العلم میں تحریر کیا ہے قال الربیع رأیت جابراً یکتب فی الالواح (ص۷۲ ج ۱) یعنی جابرؓ
تختیوں میں حدیثیں لکھتے تھے +

(۸) رافع بن خدیج رضہ صحابی جنہوں نے حدیث لکھنے کی اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
حاصل کی تھی (دیکھو ثبوت اول کا نمبر ۳) اُن کے حدیث لکھنے کا ثبوت ملاحظہ ہو۔ وہ مروان سے
کہتے ہیں ذالک (الحدیث مکتوب) عندنا فی ادیم خولانی ان شئت اقرأتکہ (صحیح مسلم ص۴۴۰ ج ۱،
مسند احمد ص۱۴۱ ج ۴) یعنی مدینہ کے حرم ہونے کی حدیث میرے پاس خولانی چرم کے فرد پر لکھی ہوئی ہے۔ اگر
چاہو تو اسے لا کر تمہیں سنا دوں +

(۹) حضرت ابن عباس رضہ حضرت ابو رافع رضہ سے حدیثیں سُن کر لکھا کرتے تھے (ابن سعد صـ۱۲۳ ج ۲) پھر دوسروں کو بھی حدیث لکھ کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ مدعی علیہ پر قسم کی حدیث ابن عباس نے ابن ابی ملیکہ کو لکھ کر بھیجی (بخاری احمدی صـ۳۰ ج ۱) صحیح مسلم میں ہے کہ نجدہ حروری کو ابن عباس نے یہ حدیث لکھی کان النبی (ص) یغزو بالنساء الخ (مسلم صـ۱۱۶ ج ۲) چنانچہ ابن عباس کی لکھوائی ہوئی حدیثوں کی کتاب اہل طائف کے پاس موجود تھی (ترمذی صـ۶۲) ابن عباس کا یہ قول بھی منقول ہے قیدوا العلم بالکتاب (جامع بیان العلم صـ۷۲ ج ۱) یعنی علم حدیث کو قید تحریر میں لاؤ ۔

(۱۰) حضرت انس رضہ نے عہد نبوی میں ایک روایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھی پھر لکھ کر آپ کو سنائی قال سمعتها من النبی (ص) فکتبتها وعرضتها علیه (مستدرک حاکم صـ۵۷۴ ج ۲) اپنے ایک بیٹے کو بھی ایک حدیث لکھنے کا حکم دیا قال ... فقلت لابنی اکتبه (ج ۲ صـ۶۲) یعنی اے بیٹے اس حدیث کو لکھ لو۔ اُس نے لکھ لیا۔ پھر اپنے دو بیٹوں کو عام طور سے تمام حدیثوں کو تحریر میں لانے کا حکم دیا۔ جیسا کہ محدث خطیب بغدادی نے اپنی کتاب شرف اصحاب الحدیث میں نقل کیا ہے ان انسا امر النضر وموسیٰ ابنیهما بکتابة الحدیث والاسناد عن النبی (ص) ونحلها (صـ۹۸ قلمی) یعنی انس رضہ نے اپنے دو بیٹوں نضر اور موسیٰ کو حدیث نبوی سیکھنے اور اُن کو سند کے ساتھ لکھنے کا حکم دیا تھا۔ پھر جب اُن کو اللہ نے بہت سے بیٹے دیئے (بہ دعائے رسول) جن کی تعداد قریب ۱۲۹ کے ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے دفن لصلبی ... بضع وعشرون ومائة (مطبوعہ احمدی صـ۹۶۶ ج ۲) تو اپنے سب بیٹوں کو حدیثیں لکھنے کا حکم دیا۔ وعن انس انه کان یقول لبنیه قیدوا العلم بالکتاب (دارمی صـ۶۸ مستدرک حاکم صـ۱۰۶ ج ۱ جامع بیان العلم صـ۷۲ ج ۱) یعنی حضرت انس رضہ اپنے تمام بیٹوں سے فرماتے کہ علم حدیث کو قید تحریر میں لاؤ۔ ابان کا انس سے حدیث لکھنا دارمی صـ۶۹ میں منقول ہے ۔ فتلك عشرة کاملة ۔

صحابہ کا تمام حدیثوں کا لکھنا

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو تمام حدیثیں لکھنے کا حکم (ملنا) ثبوت اول کے نمبر ۲ میں بیان ہو چکا ہے۔ اب اُن کا عمل سنئے:۔

ان عبد اللہ بن عمرو کان یکتب الخ (بخاری احمدی ص۲۲ ج۱، ترمذی ص۹۲ ج۲ و ص۵۷، دارمی ص۶۷)

حضرت عبداللہ ساری حدیثیں لکھا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر لکھا کرتے تھے (دارمی ص۶۸) ان تمام احادیث کے مجموعہ کا نام اُنہوں نے **صحیفۂ صادقہ** رکھا تھا چنانچہ فرمایا کرتے ما یرغبنی فی الحیٰوۃ الا الصادقہ وہی صحیفۃ کتبتہا من النبی (ص) (دارمی ص۶۸، ابن سعد ص۱۲۵ ج۲ جامع بیان العلم ص۳۷ ج۱) یعنی یہ حدیث کی کتاب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر لکھی ہے اس لئے میری تمنا ہے کہ میں ابھی کچھ دنوں اور زندہ رہوں تاکہ اس سے فائدہ اُٹھاؤں۔ وہ اس صحیفہ (کتاب) کو مختلف لوگوں کو دکھلایا کرتے تھے، چنانچہ ترمذی میں ہے القی عبد اللہ الی ابی راشد صحیفۃ فقال ھذا ما کتب لی رسول اللہ (ص) قال فنظرت فیہا الخ (ص۱۵۹) یعنی حضرت عبداللہ نے اپنا صحیفہ ابو راشد کو دکھاتے ہوئے کہا کہ یہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا ہے یہ کتاب اُن کے پوتے عمرو بن شعیب کے پاس موجود تھی جسے دیکھ دیکھ کر وہ حدیث بیان کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن پر ضعف کا حکم لگا (ترمذی ص۴۷ و ص۱۱۶) صحابہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی حدیث کی یہ پہلی کتاب ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی کے پاس احادیث نبویہ بہت سی کتابوں (جلدوں) میں لکھی ہوئی موجود تھی، چنانچہ حسن بن عمرو کہتے ہیں ارانا (ابو ہریرۃ) کتبا کثیرۃ من حدیث النبی (ص) وقال ھذا ھو مکتوب عندی (فتح الباری انصاری پارہ اول ص۱۵ و جامع بیان العلم لابن عبد البر ص۴۴ ج۱) ہم کو ابوہریرہ نے احادیث نبویہ کی بہت ہی کتابیں دکھائیں جو اُن کے پاس تھیں۔ ان کتابوں سے تابعی لوگ

حدیثیں نقل کیا کرتے تھے جیسا کہ بشیر بن نہیک کہتے ہیں کنت آخذ الکتب من ابی ھریرۃ فاکتبھا (ترمذی صلہ ۲ ؛ دارمی ص۶۸، شرح معانی الآثار طحاوی ص۳۸۵ ج۲، جامع بیان العلم ص۷۱ ج۱) کہ میں ابوہریرہ سے اُن کی کتابیں لے کر اس سے حدیثیں نقل کیا کرتا تھا (حضرت ابوہریرہ ۵۳۷۴ حدیثوں کے حافظ تھے دیکھو شرح مقدمہ مسلم ص۸۔ پس اُن کتابوں میں یہی سب حدیثیں لکھی ہوئی ہوں گی۔ اسی لئے کتبا کثیرۃ کا لفظ آیا ہے)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ نے بھی حدیثوں کو ایک کتاب میں لکھ رکھا تھا جسے اُن کے بیٹے عبدالرحمٰن لوگوں کو دکھایا کرتے تھے، چنانچہ معن کہتے ہیں اخرج الی عبد الرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود کتابا وحلف لی انہ خط ابیہ بیدہ (جامع بیان العلم ص۷۲ ج۱) کہ عبدالرحمٰن نے مجھے حدیث کی ایک کتاب دکھائی پھر قسم کھائی کہ یہ کتاب میرے والد عبداللہ بن مسعود رضؓ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

خلفاء راشدین کا عمل

(۴) خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ایک کتاب میں پانسو حدیثیں لکھ رکھی تھیں جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں قالت عائشۃ جمع ابی الحدیث عن النبی (ص) فکانت خمس مائۃ حدیث (منتخب کنز العمال ص۵۸ ج۴ و تذکرۃ الحفاظ ص۵ ج۱) کہ میرے ابّا نے آنحضرت کی حدیثیں لکھنی شروع کیں تو اُن کا شمار پانسو تک پہنچا (آگے واقعہ تحریق صحیح نہیں)۔

(۵) خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضؓ نے عتبہ بن فرقد کے پاس مقام آذربائیجان حدیث نھی النبی (ص) عن الحریر الخ لکھ کر بھیجی تھی (صحیح مسلم ص۱۹۱ ج۲) اور تمام صحابہ کو حکم دے رکھا تھا قیدوا العلم بالکتاب (دارمی ص۶۸، مستدرک حاکم ص۱۰۶ ج۱، جامع بیان العلم ص۷۲ ج۱) یعنی علمِ حدیث کو قیدِ تحریر میں لاؤ (یہی قول ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضؓ سے بھی دارمی ص۶۹ میں منقول ہے)۔ حضرت عمر رضؓ نے خود بھی تمام حدیثوں کو لکھ کر جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا بلکہ لکھنا بھی شروع کر دیا تھا جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں ان عمر بن الخطاب اراد ان یکتب ھذہ الاحادیث او کتبھا (جامع بیان العلم ص۶۴ ج۱)۔

(۶) خلیفہ چہارم حضرت علی کا ایک صحیفہ میں حدیثیں لکھنا ثبوت اوّل کے نمبر ۲ میں بیان ہوچکا ہے، اس کے علاوہ ایک کتاب "قضایا" لکھی تھی جس میں احکام قضاء کی حدیثیں جمع کی تھیں (مقدمہ مسلم عن ق ا) اور اپنے محرروں کو حکم دے رکھا تھا کہ اذا کتبتم الحدیث فاکتبوہ باسنادہ۔ رواہ حاکم عن علی (منتخب کنز العمال مٹ ج ۴) جب تم احادیث نبویہ کو لکھنے لگو تو ان کی سندوں کو بھی ساتھ ہی لکھو جن سے تم نے حدیث سنی ہے (ایسا ہی حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی ثبوت اوّل کے آخری نمبر ۲۵ میں نقل ہوچکا ہے)۔ وداخل فیما نقلنا کتابۃ بلن لہ فہم ودرایۃ +

فصل سوم

تیسرا ثبوت تابعین عظام رحمہم اللہ کے عمل سے

(بعض حدیثوں کا لکھنا)

(۱) نافع تابعی حضرت ابن عمر کے سامنے بیٹھ کر ان سے حدیثیں سنتے جاتے اور لکھتے جاتے تھے۔ یکتب بین یدیہ (دارمی صہ ۶۹) پھر دوسروں کے پاس حدیث لکھ بھیجتے تھے چنانچہ ابن عون کو نافع نے حدیث غزوہ بنی مصطلق لکھ کر بھیجی تھی (بخاری احمدی صہ ۳۴۵/۱ ومسلم صہ ۱/۲) ایک بار اور بھی انہیں ابن عون کو حدیث نقلنا رسول اللہ بعبرًا والی نافع نے تحریر کرکے روانہ کی تھی (ج ۲ مسلم صہ ۲/۶۶) یعنی مسئلہ انفال کی تفصیل کی حدیث +

(۲) عمر بن عبداللہ بن ارقم تابعی نے عبداللہ بن عتبہ کو حدیث عدتِ حاملہ یعنی قصہ سُبیعہ صحابیہ مع جوابِ نبوی کے لکھ کر بھیجا تھا۔ (مسلم صہ ۴۸۶/۱ ج) +

(۳) عبداللہ بن محمد تابعی حضرت جابرؓ سے حدیثیں سن سن کر لکھ لیا کرتے تھے جیسا کہ وہ خود کہتے

ہیں قال عبد اللہ کنا نأتی جابراً فنسأله عن سنن النبی صلعم فنکتبها (شرح معانی الآثار للطحاوی صـ۳۸۴ ج ۲) ترجمہ بیان ہو چکا۔

(۴) وہب بن منبہ تابعی نے حضرت جابر رض کی تمام حدیثوں کا مجموعہ لکھ کر تیار کیا تھا جو اسمٰعیل بن عبد الکریم کے پاس تھا۔ (تہذیب التہذیب جلد اول صـ۳۱۶)

(۵) سلیمان بن قیس یشکری تابعی نے حضرت جابر رض کی حدیثوں کا دوسرا مجموعہ لکھ کر بنایا تھا جس سے امام شعبی تابعی وغیرہ نے حدیثیں نقل کی ہیں (تہذیب التہذیب صـ۲۱۱ ج ۶)

(۶) سلیمان بن سمرہ تابعی نے اپنے والد سمرہ بن جندب رض صحابی سے حدیثوں کا ایک بڑا نسخہ لکھا جو روایت کیا ہے (تہذیب التہذیب صـ۱۹۸ ج ۴)۔

(۷) عروہ تابعی نے غزوات کی حدیثیں لکھ کر جمع کی تھیں جیسا کہ کشف الظنون میں ہے اول من صنف فیها عروۃ بن الزبیر (صـ۲۲ ج ۲) اور خلیفہ عبد الملک اموی کو عروہ نے اس کتاب کی ایک نقل روانہ کی تھی (طبری ۱۲۸۵) افسوس اُن کی یہ کتاب جنگ حرہ (مدینہ) میں جل گئی (رسالۃ بیان العلم صـ۵ ج ۱)

(۸) طاؤس تابعی نے دیت (خونبہا) کی حدیثیں لکھ کر جمع کی تھیں جیسا کہ بیہقی میں ہے عن طاؤس ان عندہ کتابا من العقول نزل به الوحی وما فرض النبی (ص) (مفتاح الجنۃ للسیوطی طبع مصر صـ۱) یعنی طاؤس کے پاس اُن دیتوں کی کتاب تھی جو وحی سے نازل شدہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ تھیں۔

(۹) زہری تابعی نے خلیفہ ہشام اموی کی فرمائش پر اُس کے ولی عہد کے لئے ایک کتاب میں چار سو حدیثیں لکھ دی تھیں، جیسا کہ ذہبی لکھتے ہیں ان هشام بن عبد الملک سأل الزهری ان یملی علی بعض ولده شیئاً فاملی علیه اربع مائۃ حدیث (تذکرۃ الحفاظ صـ۹۷ ج ۱) ترجمہ بیان ہو چکا۔

(۱۰) ابوبردہ تابعی نے اپنے باپ ابوموسیٰ اشعری رض صحابی سے بہت سی حدیثیں سُن کر لکھ ڈالی

تھیں جیسا کہ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں عن ابی بردۃ قال کتبت عن ابی کتابا کثیرا (جامع بیان العلم ص۶۵ ج ۱) یعنی میں نے اپنے والد سے بہت کچھ لکھا تھا۔

(۱۱) سعید بن جبیر تابعی حضرت ابن عمرؓ و ابن عباسؓ سے حدیثیں سن کر لکھا کرتے تھے، کنت اسمع من ابن عمر و ابن عباس الحدیث باللیل فاکتبہ (دارمی ص۶۸) یعنی رات کو حدیث سن کر لکھتے۔

(۱۲) عنترہ تابعی نے حضرت ابن عباس سے حدیث سن کر اُن کی اجازت سے تحریر کی عن عنترۃ بن عبد الرحمٰن الکوفی قال حدثنی ابن عباس بحدیث فقلت اکتبہ عنک فرخص لی (دارمی ص۶۹ جامع بیان العلم ص۷۲ ج ۱) ابن عباس نے اُن کو تحریر حدیث کی رخصت دی۔

(۱۳) بہت سے تابعین حضرت براء بن عازبؓ صحابی کے پاس حدیثیں لکھا کرتے تھے قال عبد اللہ رأیتھم یکتبون عند البراء رضؓ باطراف القصب (دارمی ص۶۹ جامع بیان العلم ص۷۳ ج ۱) یعنی تابعین بانس کے قلموں سے براء کے پاس حدیث لکھتے تھے۔

(۱۴) بشیر بن نہیک تابعی حضرت ابو ہریرہ رضؓ صحابی سے جو حدیثیں سنتے لکھ لیا کرتے تھے عن بشیر بن نھیک قال کنت اکتب ما اسمع من ابی ھریرۃ (دارمی ص۶۸ جامع بیان العلم ص۲ ج۱) جیسا کہ دوسری فصل میں مفصل گزر چکا ہے۔

(۱۵) ہمام بن منبہ تابعی نے ابو ہریرہ سے ۱۴۰ حدیثیں سنی تھیں (تہذیب ج ۱۱) ان حدیثوں کا مجموعہ "صحیفۂ ہمام" کے نام سے لکھ کر تیار کیا تھا (تہذیب التہذیب ص۳۱۶ ج۱) ۔خلاصۂ تذہیب میں ہے عن ابی ھریرۃ نسخۃ صحیحۃ (ص۱۱۱ طبع مصر) یعنی ابو ہریرہ سے سُنی ہوئی حدیثوں کا نسخہ اُن کا صحیح ہے ۔امام احمد نے ہمام کا یہ پورا صحیفہ اپنی مسند جلد دوم میں ص۳۱۲ سے ص۳۱۸ تک نقل کر دیا ہے ۰

تابعین کا تمام حدیثوں کو لکھکر جمع کرنا

(۱) امام زہری تابعی کی عادت تھی کان یکتب کل ما سمع (جامع بیان العلم ص۷۳ ج۱) جو کچھ (حدیث و اثر) سنتے تھے سب لکھ لیتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تمام سنن نبویہ و آثارِ صحابہ لکھ کر جمع کر لی تھیں جیسا کہ صالح بن کیسان کہتے ہیں قال لی الزہری تعال نکتب السنن فکتبنا ما جاء عن النبی (ص) وعن الصحابۃ فانہ سنۃ فکتب (منتخب کنز العمال ص۱۱۶ ج۴ وجامع بیان العلم ص۷۶ ج۱) یعنی آؤ ہم تم مل کر تمام احادیث نبویہ و آثارِ صحابہ کو لکھ ڈالیں کہ ایسا کرنا سنّت ہے۔ پس زہری نے سب لکھ ڈالا (یہ واقعہ نمبر ۵ سے الگ ہے)۔

(۲) خلیفہ عمر بن عبد العزیز تابعی نے اپنی حکومت کے زمانہ میں جمع و کتابت احادیث پر خاص توجہ کی، خود بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی لکھوائی ہوئی کتاب الصدقہ عبد اللہ بن عمرؓ کے بیٹوں سے نقل کرائی (جیسا کہ اوپر" احادیث فعلیہ" کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے) اور تمام شہروں کے علماء حدیث کو نیز خاص خاص اصحاب حدیث کو جمع و کتابت احادیث کا حکم بھیجا۔ چنانچہ تمام شہروں کی بابت حوالہ ملاحظہ ہو۔ فتح الباری میں ہے کتب عمر بن عبد العزیز الی الآفاق انظروا حدیث النبی (ص) فاجمعوہ (پہلا پارہ ص۱۵۸) یعنی خلیفۂ مذکور نے تمام مقاموں میں تحریری حکم جمع احادیث کا بھیجا تھا۔

(۳) خاص نامزد کر کے جن علماء کو حکم دیا اُن میں سے ایک سعد بن ابراھیم ہیں وہ خود کہتے ہیں قال سعد امرنا عمر بن عبد العزیز بجمع السنن فکتبنا ھا دفترًا دفترًا (جامع بیان العلم ص۷۶ ج۱) کہ ہم نے خلیفہ مذکور کے حکم سے حدیثوں کے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے تھے۔

(۴) اُن علماء میں سے دوسرے بزرگ ابوبکر بن حزم ہیں امام بخاری فرماتے ہیں کتب عمر بن عبد العزیز الی ابی بکر بن حزم انظر ما کان من حدیث فاکتبہ (بخاری احمدی ص۲۰ ج۱) یعنی خلیفہ مذکور

نے ابن حزم کو احادیث نبویہ لکھنے کا حکم دیا، چنانچہ انہوں نے بھی حدیثیں لکھیں۔

۵) اُن مدوّنوں میں تیسری ہستی امام زہری کی ہے۔ ابن حجر لکھتے ہیں "دوّن الحدیث ابن شہاب الزہری رح بامر عمر بن عبدالعزیز. ثم کثر التدوین والتصنیف الخ (فتح الباری انصاری پ صـ۱۴) یعنی امام زہری نے بھی خلیفۂ مذکور کے حکم سے (علاوہ ذاتی طور سے احادیث جمع کرنے کے جس کا ذکر اوپر نمبر اوّل میں ہوا ہے، دوبارہ کتابوں میں) حدیثیں مدوّن اور جمع کیں۔ (ابن حجر کہتے ہیں) پھر اس کے بعد تو کثرت سے حدیث کی کتابیں مدوّن ہوئیں اور تصنیف کی گئیں۔ ان کتابوں کا مفصل حال (جو صحاح ستہ سے پہلے لکھی جاچکی تھیں) کتاب کشف الظنون جلد دوم صـ۳۰ میں زیر عنوان "السنن الموجودۃ قبل الصحیحین" مرقوم ہے۔ ان میں سے مسند ابی داؤد طیالسی مسند شافعی، مؤطاء مالک طبع ہو کر شائع بھی ہو چکی ہیں، اور سنن سعید بن منصور، مسند ابوعوانہ، مصنف و مسند ابن ابی شیبہ وغیرہ قلمی ہیں جو مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

جب یہ واضح ہو چکا کہ امام زہری کے بعد تدوین احادیث کا سلسلہ بکثرت جاری ہو گیا تھا تو ہم کو اس امر کی اب کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ تابعین کے بعد والے قرون کی تالیفات کی فہرس لکھیں۔ مختصر طور سے یوں سمجھ لینا چاہئے کہ محدثین کرام نے احادیث کی کتابت اور تدوین کے تین دَور قائم کئے ہیں۔ پہلا دَور ۱۰۰ھ تک قائم رہا۔ دوسرا دَور ۱۵۰ھ تک۔ اور تیسرا دَور تیسری صدی کے بعد تک قائم رہا۔ پہلے دَور کا تمام سرمایہ دوسرے دَور کی کتابوں میں ہے اور دوسرے دَور کی کتابوں کا تمام مواد تیسرے دَور کی کتابوں میں کھپا دیا گیا، ان دونوں دَور کی کتابوں کا سرمایہ آج ہزارہا اوراق میں ہمارے پاس موجود ہے فالحمد للہ علی احسانہ۔ لہٰذا جس قدر ہم لکھ چکے ہیں وہ کافی وافی شافی ہے ع

در خانہ اگر کس است حرفے بس است

خاتمہ

تحقیق روایت منع کتابت احادیث و دیگر امور

فصول مذکورہ بالا کے پڑھ لینے کے بعد ناظرین باتمکین کو بخوبی واضح ہو گیا ہو گا کہ جن لوگوں کا خیال یہ ہے کہ حدیثوں کی تدوین دوسری صدی ہجری میں ہوئی ہے ان کا یہ زعم کس قدر غلط باطل اور حقیقت سے بعید ہے۔ نیز جن کے نزدیک کتابت وتدوین احادیث "بدعتہ حسنتہ" کی ایک عمدہ مثال ہے۔ اُن کی نظر کس قدر کوتاہ، اور اُن کی تحقیق کتنی خلاف واقع ہے کیونکہ حقیقتِ اصلیہ تو یہ ہے کہ کتابت وجمع احادیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فعل نیز صحابہ کے عمل سے ہوئی ہے۔ پہلی اور دوسری فصل کو پھر پڑھیئے اور غور سے دیکھئے۔

رہا یہ عمل کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیثوں کے لکھنے سے منع فرما دیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے :-

قال النبی (ص) لا تکتبوا عنّی ومن کتب عنّی غیر القرآن فلیمحہ

(صـــ۴۱۴ ج ۲)

یعنی میری حدیث نہ لکھو، جس نے لکھی ہو وہ مٹا دے۔ سو واضح ہو کہ یہ حکمِ منع صرف زمانۂ نزولِ قرآن تک مختص تھا اس لئے کہ اُس وقت قرآن لکھا جا رہا تھا۔ اس کے ساتھ حدیثوں کے مل جانے کا خوف تھا۔ جب قرآن کتابی صورت میں جمع ہو چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثیں لکھنے کی اجازت دے دی بلکہ خود بھی لکھوائیں اس طرح پہلی ممانعت کو خود ہی اُٹھا دیا۔ جیسا کہ اس باب (دوم) کی فصلِ اوّل میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ محدثینِ عظام

کی تحقیق بھی یہی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:۔

فتح الباری شرح بخاری میں ہے النھی مقدم والاذن ناسخ له (ص۱۰۶ پ۱)۔

منہاج شرح مسلم میں ہے حدیث النھی منسوخ (ص۴۱۵ ج۲)۔

رسالہ ناسخ منسوخ لابن الجوزی میں ہے نھی فی اول الامر ثم اجاز الکتابة (ص۱۳۱ طبع مصر)۔

ابن قتیبہ اپنی کتاب تاویل مختلف الحدیث میں لکھتے ہیں نھی فی اول الامر عن ان یکتب ثم رأی ان تکتب وتقید (ص۳۶۵ طبع مصر)۔

ان سب عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث لکھنے کی ممانعت کا حکم پہلے ہوا تھا۔ بعد میں منسوخ ہوگیا اور حدیث لکھنے کی اجازت ہوگئی۔

امام بخاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ منع کی روایت مرفوع ہی نہیں ہے بلکہ موقوف ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے۔ بلکہ راوی صحابی کا قول ہے جو اجازت کی حدیث مرفوع سے مدفوع ہے۔

فتح الباری میں ہے الصواب وقفه علی ابی سعید قاله البخاری وغیرہ (ص۱۰۶ پ۱) یعنی روایت مسلم مذکورہ کا راوی ابوسعید پر موقوف ہونا ہی صواب اور درست ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے حدیثوں کے لکھنے کے ثبوت میں، قرآن مجید کی ایک آیت سے دلیل پکڑی ہے۔ طحاوی لکھتے ہیں:۔

قال ابوحنیفة لمّا أمر الله بکتابة الدّین خوف الریب فی قوله تعالےٰ ولا تسأموا ان تکتبوہُ صغیرًا اوکبیرًا الی اجله ذٰلکم اقسط عند الله واقوم للشّهادة وادنیٰ ان لا ترتابوا. کان العلم الّذی حِفظه اصعب من حفظ الدّین احریٰ ان یباح کتابتهٗ خوف الرّیب فیه والشك (شرح معانی الآثار ص۳۸۴ ج ۲)

یعنی جب کہ اللہ تعالےٰ نے شک وشبہ سے بچنے کے لئے قرض کے لکھ لینے کا حکم اس آیت میں دیا ہے۔ ارشاد ہے کہ قرض تھوڑا ہو یا زیادہ اس کے لکھنے میں سستی نہ کرو، اُسے مُدت سمیت لکھو۔ یہ لکھ لینا اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے اور شہادت کو ٹھیک رکھنے والا ہے، تم شک وشبہ میں نہ پڑوگے۔ تو علم حدیث کا یاد رکھنا قرض کے یاد رکھنے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ لہٰذا حدیث میں شک وشبہ سے بچنے کے لئے اس کے لکھنے کی اجازت واباحت زیادہ ضروری ہے۔ سبحان اللہ کیا خوب استدلال ہے۔ فللّٰہِ دَرّہ وعلی اللّٰہِ اجرہٗ

علامہ ابو الملیح نے ایک اور ہی آیت سے دلیل پکڑی ہے فرماتے ہیں:۔

یعیبون علینا الکتاب وقد قال الله علمها عند ربی فی کتاب (دارمی ص۶۸ وجامع بیان العلم ص۷۳ ج ۱)

یعنی لوگ ہم محدثین پر حدیثوں کے لکھنے کے باعث عیب لگاتے اور اعتراض کرتے ہیں؛ حالانکہ اللہ فرماتا ہے کہ "قرون کا علم اللہ کے پاس لکھا ہوا ہے"۔ پس اللہ تعالےٰ جس کی شان یہ ہے لا یضلّ ربی ولا ینسیٰ (طٰہٰ) جو اُسی آیت کے بعد مذکور ہے کہ وہ نہ غلطی کرے نہ بھولے، پھر بھی وہ لکھتا ہے، تو ہم جو غلطی کرتے اور بھولتے ہیں (لان الانسان

مُرکّب النسیان یعنی آدمی سواری ہے بھول کی. بھول چوک انسان پر سوار رہتی ہے تو ہم احادیث کو کیوں نہ لکھ لیا کریں؟ یہ استدلال بھی خوب ہے۔

ولیکن ھذا اٰخر ما اردتُ ایرادہ فی ھذہ الرسالۃ التی فحۃ والحمد للہ فی الاولیٰ والاٰخرۃ۔ ختم اللہ لی بالحسنیٰ، واذاقنی حلاوۃ رضوانہ الاسنیٰ ؎

یلوح الخطّ فی القرطاس دھرًا

وکاتبہٗ رمیمٌ فی التّراب

فہرست

اسماء، مقامات وکتب وغیرہ

ا

ب

ت

آل انڈیا اہلِ حدیث دار الاشاعت

اپنی نوعیّت کا واحد اِدارہ ہے

بہت سی مفید تبلیغی کتابیں شائع ہونیوالی ہیں،

کام کی اہمیت کے پیشِ نظر

دستِ اعانت بڑھایئے!